بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیر سرپرستی:
عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ | دسمبر ۲۰۱۸ء | جلد نمبر ۴۲ شمارہ ۱۲

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور
اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے
سالانہ: 250 روپے

چیک اور ڈرافٹ
بنام
مدرسہ اشرفیہ
بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
20 $ امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اسلامی خلافت اور دنیا کا موجودہ سیاسی نظام

تاریخی اور انسانی نقطۂ نظر سے ایک جائزہ

مبارک حسین مصباحی

فرشِ گیتی پر آخری پیغمبر کی حیثیت سے سرورِ کون و مکاں حضور ﷺ جلوہ گر ہوئے، آپ کے بعد اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ ارشادِ رب العالمین ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۠ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: محمدؐ (ﷺ) تمھارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

آپ کی حیثیت صرف اپنے عہد اور صرف اپنے ملک عرب کے پیغمبر کی حیثیت سے نہیں تھی، بلکہ آپ ﷺ قیامت تک کے لیے رسول بن کر تشریف لائے تھے، نہ آپ کے عہدِ مبارک میں کوئی نبی اور رسول آیا اور نہ اس کے بعد قیامت تک آئے گا۔ آپ زمین و زماں اور مکین و مکاں کے رسول (ﷺ) بن کر آئے۔ آپ کا دائرۂ رسالت صرف انسانوں تک محدود نہیں بلکہ دیگر تمام حیوانات کے لیے بھی عام ہے، آپ جمادات و نباتات کے بھی رسول ہیں۔ آپ کا کلمہ طیبہ جس طرح انسانوں نے پڑھا اسی طرح پتھروں اور درختوں نے بھی پڑھا۔ حیوانات بھی آپ کی غلامی پر فخر و ناز کرتے ہیں۔ آپ مذہب اسلام میں صرف عبادات و ریاضات ہی کے پیغمبر نہیں تھے بلکہ آپ نے اسلامی نظامِ حکومت کا بھی عملی نصاب عطا فرمایا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے اسلامی سلطنت قائم فرمائی، انصار و مہاجرین نے اسلام کے لیے قربانیوں کی جو مثالیں پیش فرمائیں، دنیا اس اسلامی معاشرے کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہمارے آقا حضور ﷺ بظاہر ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، مگر وہ آج بھی گنبدِ خضریٰ میں اپنی حیاتِ ظاہری کی طرح تصرف فرما رہے ہیں۔ ان کے تصرفات اور معجزات آج بھی آنکھوں سے دیکھے جا رہے ہیں۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے　　　دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی صحابی:

رسول اللہ ﷺ کے بعد تیس برس تک خلافتِ راشدہ مسلسل قائم رہی۔ پہلے خلیفۂ راشد امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے (وصال: ۲۲؍ جمادی الثانی ۱۳ ہجری/ ۲۳؍ اگست ۶۳۴ء)، دوسرے خلیفہ راشد امیر المومنین فاروقِ اعظم ابو حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوئے (شہادت: ۲۹؍ ذوالحجہ ۲۳ ہجری/ ۵؍ نومبر ۶۴۴ء)، تیسرے خلیفۂ راشد ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہوئے (شہادت: ۱۸؍ ذوالحجہ ۳۵ھ/ ۶۵۴ء)، چوتھے خلیفۂ راشد شیرِ خدا حضرت مولا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوئے (شہادت: ۲۱؍ رمضان المبارک ۴۰ھ/ ۶۶۰ء) اور اس خلافتِ راشدہ کی آخری کڑی شہیدِ معظم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہوئے (شہادت: ۵؍ ربیع الاول ۴۹ھ)۔ آخری خلافت کا عرصہ صرف چھ ماہ تھا، اس کے بعد آپ نے صحابیِ رسول ﷺ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (وصال: رجب ۶۰ھ) کے لیے صلح فرما لی۔ مگر افسوس آج چند لوگ سنی کہلانے کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کے لیے تیار نہیں۔ یعنی یہ لوگ کم از کم اس اہم مسئلے میں لختِ جگرِ رسول ﷺ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں۔ حالاں کہ ان کی صلح جوئی کی پیشین گوئی غیب داں پیغمبر نے اپنے نواسے کی طفولیت ہی میں فرما دی تھی۔ اللہ تعالیٰ سب کو دینِ مستقیم پر چلنے کی توفیقِ خیر عطا فرمائے آمین۔

نبی کریم ﷺ کے صحابۂ کرام کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی، ان تمام صحابۂ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ (المجادلۃ:۲۲)　　　ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

اسی طرح رسولِ کریم ﷺ کی بے شمار احادیث ہیں۔ اہلِ بیتِ عظام ہوں یا صحابۂ کرام ان تمام سے عقیدت و محبت رکھنا ہم سب کا دینی

اور اخلاقی فریضہ ہے۔

صحابیِ رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت امِ حبیبہ بنت حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، کاتبین وحیِ قرآن عظیم میں بھی آپ کا اسمِ مبارک نمایاں ہے۔ آپ نے دین کے فروغ میں بھی تاریخی کارنامے انجام دیے ہیں۔

حضرت امِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے سنا:أَوَلُ جَيْشٍ مِن امتی يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْ ! قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْ اللهِ! اَنَا فِيْهِمْ ؟ قَالَ ﷺ : اَنْتَ فِيْهِمْ، ثُمَّ قَالَ ﷺ أَوَلُ جَيْشٍ مِن امتی يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ. فَقُلْتُ : اَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ؟ قَالَ : لَا.(صحيح البخاری: ٢٩٢٤)

میری امت میں سب سے پہلے جس نے بحری جنگ لڑی اس پر جنت واجب کر دی گئی ہے۔ امِ حرام کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا میں بھی اس میں شامل ہوں گی ؟فرمایا:ہاں!تو ان میں شامل ہوگی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:میری امت کا وہ گروہ جو سب سے پہلے شہر قیصر میں لڑے گا اس کو بخش دیا گیا ہے۔ میں نے پوچھا: کہ کیا میں اس گروہ میں شامل ہوں گی ؟فرمایا:”نہیں“۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ فضیلت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نصیب ہوئی، انھوں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں یہ جنگیں لڑیں۔ قیصر کے شہر سے مراد قسطنطنیہ ہے۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب پر کثیر دلائل و شواہد ہیں۔ ہم انشاء اللہ اس پر بھی آئندہ کچھ تحریر کریں گے۔

نو ماہ کا شدید قحط اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار:

بلا شبہ خلفاے راشدین کے ادوار بڑے زریں تھے، ان بزرگوں نے مشکل احوال میں بھی مثالی زندگیاں گزاریں۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: تم سب نگراں ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا، بادشاہ نگراں ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، آدمی اپنے اہل و عیال کا نگراں ہے، اس سے اس کے اہل و عیال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد کی نگراں ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (بخاری، کتاب الجمعہ، باب الجمعہ فی القری والمدن، ج:۱، ص:۳۰۹، حدیث ۸۹۳ ملتقطاً)

یہ ایک سچائی ہے کہ ہمارے اسلاف نے جو اسلامی سلطنت قائم فرمائی اس میں حق و انصاف کے ناقابلِ شکست قلعے تعمیر فرمائے، امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت بھی تاریخ اسلام کا زریں دور گزرا ہے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سن ۱۸/ ہجری میں مدینہ منورہ اور اس کے اطراف یں تقریباً ۹/ ماہ تک شدید قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگ کھانے پینے کی اشیا کے محتاج ہوگئے، بھوک کی شدت اور خوراک نہ ہونے کا یہ عالم تھا کہ جنگلوں کے درندے بھی انسانی آبادی میں آکر پناہ لینے لگے، خوراک نہ ملنے کی وجہ سے جانور بھی بیکار ہوگئے، یہاں تک کہ اگر کوئی بکری ذبح کرتا تو اس کا گوشت کھانے کو دل نہ کرتا۔ بھوک کی وجہ سے ہزاروں مویشی ہلاک ہوگئے، لوگوں نے دیگر مختلف شہروں کا رخ کرنا شروع کر دیا، مسلسل بارش کم ہونے کی وجہ سے زمین کا رنگ راکھ کی طرح کالا ہو گیا تھا، اس لیے جس سال یہ قحط پڑا اسے ”عام الرمادۃ“ یعنی راکھ والا سال کہتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ، ج:۵، ص:۱۶۵، طبقات کبریٰ، ذکر استخلاف عمر، ج:۳، ص:۲۳۵/ مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب، الباب الثالث والثلاثون، ص:۱۷)

عرب قحط سالی کی وجہ سے مدینہ منورہ کے اطراف میں پناہ گزین ہوگئے تھے۔ آپ نے ذاتی دل چسپی سے ان کے کھانے کا اہتمام فرمایا، ہر روز سیکڑوں دیگیں بنوا کر کھانا مستحقین میں تقسیم کیا جاتا، روایت میں ہے کہ دس ہزار لوگ ہر دن کھانا تناول کرتے، ان تمام امور کی خود امیر المومنین نگرانی فرماتے یہاں تک کہ بارش ہوگئی، تو آپ نے تمام پناہ گزینوں کو سواریاں اور اناج دے کر اپنے علاقوں کی جانب روانہ فرمایا۔ (طبقات ابن سعد)

عام الرمادہ میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت الجھن میں تھے، آپ کا مزاج اقدس تھا کہ مشکل حالات میں دوسروں سے زیادہ خود پریشان ہو جاتے تھے۔ تقریباً ۹/ ماہ کی قحط سالی کے دور میں آپ نے گھی، دودھ اور گوشت کو اپنے لیے حرام فرما لیا تھا۔ حضرت سیدنا عیاض بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین ابو حفص عمر بن خطاب کو عام الرمادہ میں دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک صاع کھجوریں رکھی جاتیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں چھلکے اور دیگر چیزوں سمیت ہی کھاتے، یہاں تک کہ وہ کھجوریں بھی کھاتے جو پکنے سے پہلے ہی درخت پر سوکھ جاتیں جن

میں نہ تو گٹھلی ہوتی اور نہ ہی گودا اور مٹھاس۔(طبقات کبریٰ، ذکر استخلافِ عمر، ج:۳، ص:۲۴۲)

ان ایام میں آپ نے پنی ازواج کے پاس جانا بند کر دیا تھا، حضرت سیدنا امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک بار عام الرمادہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو تربوز کھاتے دیکھا تو افسوس کرتے ہوئے فرمایا:

بخ بخ یا ابن امیر المومنین تاکل الفاکھۃ وامۃ محمد ھزلی .

یعنی صد کروڑ افسوس اے امیر المومنین کے بیٹے تو پھل کھا رہا ہے جب کہ امتِ محمد یہ بھوک سے نڈھال ہے۔(طبقات کبریٰ، ذکر استخلاف عمر، ج:۲، ص:۲۴۰)

حضرت سیدنا لیث بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں عام الرمادہ میں قحط سالی ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کے گورنر حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

یہ مکتوب اللہ عزوجل کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے عمرو بن عاص کی طرف ہے! تم پر سلامتی ہو، حمد و صلاۃ کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ اے عمرو! میری جان کی قسم! جب تم اور تمھارے ملک والے سیر ہوں تو تمھیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں، ارے فریاد کو پہنچ! ارے فریاد کو پہنچ! اس کلمے کو بار بار تحریر فرمایا۔

حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوابی مکتوب روانہ فرمایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

یہ جوابی مکتوب عمرو بن عاص کی طرف سے اللہ عزوجل کے بندے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہے۔ حمد و صلاۃ کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ حضور! میں بار بار خدمت کے لیے حاضر ہوں، پھر بار بار خدمت کے لیے حاضر ہوں، اس طرح کہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سامان سے لدے اونٹ اتنی تعداد میں بھیج رہا ہوں کہ ان اونٹوں میں سب سے پہلا اونٹ آپ کے پاس ہوگا اور اس کا آخری میرے پاس۔ اللہ عزوجل کی آپ پر سلامتی، اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

پھر جب سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مال آیا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سامان کے ذریعہ مسلمانوں پر خوب وسعت فرمائی، مدینہ منورہ اور اطراف کے لوگوں کو ایک گھر کے لیے ایک اونٹ مع سامان عطا فرمایا، حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا زبیر بن عوّام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ وہ یہ مال لوگوں میں تقسیم کریں۔ انھوں نے ہر گھر میں ایک ایک اونٹ اور کھانے وغیرہ کا سامان دیا تاکہ لوگ کھانا کھائیں، اونٹ ذبح کریں، اس کا گوشت کھائیں، چربی پگھلا کر سالن بنائیں، اس کی کھال کو کام میں لائیں جوتیاں وغیرہ بنائیں، جس تھیلی کے اندر کھانا تھا اس کا لحاف بنالیں۔ اس سامان کے ذریعہ اللہ عزوجل نے لوگوں پر وسعت فرمادی۔(صحیح ابن خزیمہ، باب ذکر الدلیل الخ، ج:۴، ص:۶۸، حدیث:۲۳۶۷)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل، ابن حنتمہ (امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحم فرمائے، میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الرمادہ میں اپنی پیٹھ پر دو بوریاں لادے اور ہاتھ میں تیل سے بھرا ہوا ایک ڈبہ اٹھائے جا رہے ہیں، آپ کے ساتھ آپ کے غلام حضرت سیدنا اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں، دونوں باری باری سامان اٹھاتے ہیں۔ اتنے میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو فرمایا: "مِنْ اَیْنَ یا ابا ھر یرہ؟" یعنی اے ابوہریرہ! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضور میں قریب ہی جا رہا ہوں، پھر میں نے بھی ان کا ہاتھ بٹایا۔

اس سامان کو لے کر ہم مقامِ "صرار" تک پہنچے جہاں قریب بیس گھروں کے لوگ مقیم تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: تم لوگ یہاں پر کیوں آئے ہو؟ انھوں نے عرض کیا: حضور! کھانے وغیرہ کی تلاش میں آئے ہیں۔ پھر انھوں نے وہ چمڑے جنھیں بطور کھانا کھاتے تھے اور بوسیدہ ہڈیوں کا وہ سفوف بھی دکھایا جسے وہ پھانکتے تھے۔

یہ دیکھتے ہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی چادر اتاری اور خود ہی اپنے ہاتھوں سے کھانا پکانے لگے، کھانا پکا پکا کر سب کو کھلانا شروع کیا، یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے۔ پھر آپ نے اپنے غلام حضرت سیدنا اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ "ان لوگوں کے لیے اونٹ لے کر آؤ" وہ اونٹ لائے تو آپ نے ان کو سوار کرایا اور جبّانہ کے مقام پر ٹھہرایا، پھر انھیں پہننے کے لیے کپڑے وغیرہ دیے جو انھوں نے زیب تن کیے۔

یہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول رہا کہ مختلف لوگوں کے پاس جا کر ان کی مدد فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے اس قحط سالی جیسی مصیبت کو دور فرما دیا۔(طبقات کبریٰ، ذکر استخلاف عمر، ج:۳، ص:۲۳۸)

امیرالمومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار اپنی اسی مجلس کو کھانا کھانے والے لوگوں کو شمار کرنے کا حکم دیا تو ان کی تعداد سات ہزار سامنے آئی، پھر عورتوں، بچوں اور مریضوں کے ساتھ شمار کیا تو کل تعداد چالیس ہزار ہو گئی۔ چند دن بعد دوبارہ شمار کیا تو فقط کھانا کھانے والوں کی تعداد دس ہزار ہو گئی اور دیگر لوگوں کو بھی شمار کیا تو ان کی تعداد پچاس ہزار ہو گئی، پھر ان میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور یہ تمام لوگ اس وقت تک مدینہ منورہ میں ہی رہے جب تک اللہ عزوجل نے قحط سالی کو دور نہ فرما دیا۔ قحط سالی دور ہونے کے بعد سب لوگوں نے اپنے اپنے علاقوں کی طرف واپسی شروع کر دی، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کو غلہ اور راشن وغیرہ دے کر خود روانہ کرتے، لوگوں کی اپنے علاقوں میں واپسی کے وقت مجموعی تعداد ایک تہائی رہ گئی تھی جب کہ بقیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ (طبقاتِ کبریٰ، ذکر استخلافِ عمر، ج:۳، ص:۲۴۱)

ماضی میں مسلمانوں کی تحقیقات اور مغربی ممالک کی جہالت:

ماضی میں دنیا کے اکثر مقامات پر علمائے کرام اور دانشورانِ دین نے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے ہیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب یورپ و امریکہ اور دیگر غیر مسلم ممالک جہالت و لاعلمی کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے، وہ اس وقت علم و شعور کی اہمیت اور افادیت سے ناآشنا تھے، سیاسی اور سماجی مسائل کا بھی عام طور پر انھیں علم نہیں تھا، اس کے برخلاف مسلمانوں نے بڑے بڑے تاریخ ساز کارنامے انجام دیے، علما اور محققین نے دین و دانش کے موضوعات پر ہزاروں کتابیں تحریر فرمائیں، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ ہیئت، نفسیات، ریاضی، الجبرا اور ہندسہ وغیرہ کی اساس کا سہرا انھیں کے سر سجتا ہے۔ خلفائے عباسی کی علم دوستی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خلیفہ مامون رشید نے قیصرِ روم کے دربار سے ایک حکیم کو بلایا تو اس کے بدلے چالیس من سونا دیا اور دائمی صلح کا وعدہ بھی کیا، عباسی خلفا نے دنیا کے مختلف علاقوں میں اپنے گماشتے مقرر کر رکھے تھے جو اہم اور کثیر کتابیں لے کر واپس آتے، اس دور میں نہ کمپیوٹر تھے، نہ زیروکس مشینیں اور نہ ذرائع ابلاغ کے دیگر طریقے، یہ فرستادہ حضرات بڑی محنتوں سے علمی ذخائر حاصل کرتے یا اپنے قلم سے انھیں نقل فرماتے تھے، ان کی تفصیلات تاریخی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ انھوں نے جالینوس، ارسطو اور بطلیموس کی کتابیں عربی زبان میں منتقل کرائیں، قابلِ اصلاح مواد پر تنقیدی تحریریں نوٹ کی گئیں۔

ولیِ کامل حضرت شیخ سعدی قدس سرہ العزیز ۱۲۹۱ء میں بغداد کے دار العلوم نظامیہ میں داخل ہوئے، اس وقت سات ہزار طلبہ موجود تھے، دار العلوم میں قرآن، حدیث، فقہ، فلسفہ، ریاضی، ہیئت اور دیگر علومِ عقلیہ کی تدریس کا مکمل نظم تھا، ایک شعبہ غیر ملکی زبانوں کا تھا جس میں یونانی، لاطینی، عبرانی، سنسکرت اور فارسی کی تعلیم دی جاتی تھی۔

۱۲۵۸ء میں تاتاریوں کے حملے کے وقت بغداد میں چھتیس سرکاری لائبریریاں تھیں، ان کے علاوہ ہر آدمی کے پاس اپنا ذاتی کتب خانہ بھی تھا، ابن اسحاق [۸۷۷] نے جالینوس [۲۰۰] کی ایک کتاب تلاش کرنے کے لیے بغداد سے شام، فلسطین اور اسکندریہ تک پیدل سفر کیا، لیکن اسے اپنی مطلوبہ کتاب کا صرف ایک مقالہ حاصل ہوا، ہمارے اسلام کی ہی تلاش و جستجو، علم و نوازی اور محنت تھی جس نے ایشیا و یورپ کو علوم و فنون سے بھر دیا اور کائنات ارضی کے در و دیوار نورِ علم سے چمک اٹھے۔

مگر صد افسوس! آج مغربی قلم کار مسلمانوں کے علمی کارناموں کا غلطی سے بھی ذکر کرنے سے گریزاں رہتے ہیں، وہ اگر مانتے بھی ہیں تو صرف فلسفۂ یونان کو، اسے علم کا سرچشمہ بتاتے ہیں، لیکن وہ اس کا کبھی ذکر نہیں کرتے کہ یہ یونانیوں کی کتابیں عرصۂ دراز تک قسطنطنیہ اور اسکندریہ میں پڑی رہیں، علمائے کرام اور مسلم دانش وروں نے ان کے تراجم کیے اور ترتیب و اشاعت کے مراحل سے گزارا، یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ مسلمانوں نے شب و روز محنتیں فرمائیں، قرآن اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ان کتابوں کو باضابطہ مرتب فرمایا، اور جن بعض اصولوں کو باقی رکھا ان کی تردید میں بھی باضابطہ محققانہ تحریریں رقم فرمائیں، فلسفۂ یونان تو عہدِ حاضر میں بڑی حد تک متروک ہو چکا ہے، چند کتابیں برائے اصطلاحات داخلِ نصاب ہیں، ان کی طرف بھی حسبِ قدیم توجہ نہیں ہے۔

مسلم سائنس دانوں کی یہ کتابیں جب یورپ کے قبضے میں آئیں تو انھوں نے مسلم ماہرین کی انھیں بنیادوں پر سائنس، ٹکنالوجی، تجربات اور مشاہدات کی دنیا میں قدم آگے بڑھایا اور مسلسل جد و جہد کرتے ہوئے، اسحاق نیوٹن سے البرٹ آئن اسٹائن تک جا پہنچے۔ یہ ایک سچائی ہے کہ مسلمانوں نے عملی میدانوں میں اپنے افکار کو معطل کر دیا جس کے نتیجے میں مسلمان دن بہ دن تنزلی کی طرف بڑھتے رہے ہیں اور آج عالمِ اسلام عام طور پر زوال پزیر ہے۔ آج نہ صرف دنیا کے مسلمانوں کو پریشان کیا جا رہا ہے بلکہ وہ ہر روز قتل و غارت گری کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔ یہ

فلسطین کی مظلومیت ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اسرائیل، امریکہ وغیرہ دہشت گرد ممالک کا سہارا لے کر بری طرح مسلم قیادت اور مسلم عوام کو پریشان کر رہا ہے، مسلم آبادیوں کو تباہ و برباد کر کے اسرائیلی یہودیوں کی آباد کاری کر رہا ہے۔ بیت المقدس جو روئے زمین پر مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے، یہیں سے آقا ﷺ کی معراج ہوئی، اسی مقام پر معراج کے دولہا، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام اور رسولانِ عظام علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور تمام نبیوں کے زندہ ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔

دنیا کے موجودہ سیاسی حالات:

آج انھیں فلسطین کے باشندوں کو اسرائیل ظلم و جبر کا نشانہ بنا رہا ہے اور اسی بیت المقدس پر ناجائز قبضہ کر کے مسلسل شب خون مار رہا ہے۔ مقامِ افسوس یہ ہے کہ آج سعودیہ عربیہ اپنی طاقت اسرائیل کی حمایت و اعانت میں لگا رہا ہے۔ یہی سعودیہ، یمن کے مسلمانوں پر مسلسل بم باری اور ان کے خلاف دہشت گردی کر رہا ہے۔ یمن میں ۸۰/ ہزار سے زائد لوگ مر چکے ہیں، چھ لاکھ سے زیادہ بچوں کو کالرا ہونے کا خطرہ ہے اور اسّی لاکھ بچے بھکمری کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲ء۲ کروڑ لوگوں کی آبادی میں ۸۰/ فیصد لوگ امداد کے ذریعہ گزر بسر کر رہے ہیں۔ وجہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ یورپ و امریکہ سعودیہ کے سب سے بڑے حاکم ہیں۔ یہ ممالک جو اشارہ کرتے ہیں یہ بے چارہ وہی کرتا رہتا ہے۔

منافقت کی حد تو یہ ہے کہ سعودی عرب کے نوجوان شاہ محمد بن سلمان ایک طرف اسرائیلی وزیر اعظم بنجامن نتن یاہو سے گہرے تعلقات بنا رہے ہیں اور دوسری طرف دعویٰ ہے کہ سعودی حکمراں کے تعلقات اسرائیلی وزیر اعظم سے قطعاً نہیں ہیں۔ حیرت و افسوس کا مقام یہ ہے کہ سعودی عرب اور اسرائیل کے درمیان تجارت شروع ہو چکی ہے، اسرائیلی یہودی آباد کاری والے علاقے میں واقع فیکٹری میں سعودی عرب کی ایک ممتاز مینوفیکچرنگ کمپنی کا تعمیراتی سامان استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہرٹز اخبار نے خبر دی ہے کہ دس لاکھ سے زیادہ مقبوضہ فلسطینی مسلمان اب حج و زیارت کی سعادت سے محروم رہیں گے۔ اس سے قبل یہ فلسطینی اردن کے عارضی پاس پورٹ سے حج و زیارت کی سعادتوں سے سرفراز ہوتے تھے۔ آخر یہ سعودی عرب کے حکمراں کس کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔

۲/ اکتوبر ۲۰۱۸ء میں سعودی عرب کے معروف صحافی جمال خاشقجی کا استنبول میں سعودی قونصلٹ میں قتل کیا گیا، سارے ثبوت فراہم ہو چکے ہیں۔ ہم مبارک بادیوں کے پھول نچھاور کرتے ہیں ترکی کے صدر طیب اردگان کی بارگاہ میں جنھوں نے عدل و انصاف اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا اور سعودیہ کے شاہی خاندان کے دو ایک افراد اور دیگر دہشت گردوں کو بے نقاب کیا۔

عراق کی سرزمین بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے جہاں کے بہادر صدر سلطان صدام حسین شہید کو بری طرح بے بنیاد الزامات میں پھانسا اور اسے جبراً شہادت کی منزلوں سے شاد کام کر دیا۔ برما کی سرزمین پر روہنگیائی مسلمان مردوں اور عورتوں پر جو قیامت برپا کی گئی ظلم، ستم، جبر اور قتل و غارت گری کے کن دردناک مراحل سے گزارا، اس سے عام طور پر آپ حضرات واقف ہیں، سات لاکھ سے زیادہ روہنگیائی مسلمان بنگلہ دیش میں مجبوری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اب ان پر زور دیا جا رہا ہے کہ وہ واپس اپنے ملک جائیں جب کہ روہنگیا کے حالات اب تک اطمینان بخش نہیں ہیں اور اس وقت بھی روہنگیائی مسلمان اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور ہیں۔

ہم مانتے ہیں کہ بعض نام نہاد مسلمان بھی دہشت گرد ہوتے ہیں مگر دہشت گردی کا تعلق کبھی کسی قوم اور مذہب سے نہیں ہوتا، مسلم، سکھ، ہندو، عیسائی اور یہودی کوئی بھی دہشت گرد ہو سکتا ہے مگر ان باتوں کے کہنے اور انھیں دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے طاقت اور حکومت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان اور افغانستان کو بھی خوب رسوا کیا گیا۔ ہمیں تسلیم ہے کہ بعض طالبان دہشت گرد ہیں، داعش دہشت گرد ہیں، القاعدہ اور لشکرِ طیبہ دہشت گرد ہیں، ہندوستانی کشمیر میں بھی دہشت گردی ہو رہی ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا ان دہشت گردوں کا تعلق مسلمانوں کی سچی جماعت اہلِ سنت سے بھی ہے؟ نہ تھا، نہ ہے اور نہ ان شاء اللہ آئندہ کبھی ہوگا۔ یہ دہشت گرد نہ رحمتِ دوعالم ﷺ سے سچا عشق رکھتے ہیں اور نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے سچی محبت رکھتے ہیں، سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ سہروردیہ اور دیگر سلاسل تصوف سے بالکل تعلق ہی نہیں رکھتے، اس لیے ہم کیسے کہیں کہ یہ حقیقی مسلمان ہیں؟

امریکہ میں وسط مدتی انتخابات کے سبھی نتائج آ چکے ہیں، جس میں ڈیموکریٹ پارٹی کو شاندار کامیابی ملی ہے۔ اس کامیابی سے اب ریپبلکن پارٹی اور امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی پریشانیاں بڑھ گئی ہیں۔ امریکی کانگریس اور کاؤنسلز سمیت مختلف عہدوں پر وسط مدتی انتخابات میں ۵۵/ مسلم امیدوار کامیاب ہوئے ہیں۔ دوسری اہم خبر یہ ہے کہ امریکہ کی ریاست ٹیکساس میں ۱۹/ سیاہ فام خواتین ججز کی تقرری عمل میں آئی ہے۔

امریکہ کے حالیہ انتخابات میں دو مسلم خواتین نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے، الہان عمر اور رشیدہ طلیب، جس علاقے سے الہان عمر کامیاب ہوئی ہیں وہاں سے کیتھ ایلیسین ۲۰۰۶ء میں پہلے مسلم کی حیثیت سے جیت کر امریکن کانگریس میں داخل ہوئے تھے اور قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر اپنے عہدے کا حلف لیا تھا۔ الہان عمر صومالیہ سے تعلق رکھتی ہیں، دو سال قبل صوبائی قانون ساز کاؤنسل کے انتخابات میں کامیابی حاصل کی تھی۔ مقامِ شکر ہے کہ وہ اس بار مرکزی انتخابات میں کامیاب ہوئی ہیں۔ انھوں نے کامیابی کے بعد خطاب میں کہا کہ متعدّد حیثیتوں سے لفظ ''پہلی'' ان کے نام سے منسلک ہے۔ وہ پہلی ریفیوجی ہیں، وہ پہلی مسلم خاتون ہیں، وہ سر ڈھانکنے اور حجاب پہننے والی پہلی خاتون ہیں۔

دوسری خاتون رشیدہ طلیب ہیں ان کا تعلق فلسطین سے ہے، یہ اپنے چودہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہیں، ان کی ولادت امریکی شہر ڈیٹروائٹ میں ہوئی۔ انھوں نے اس سے پہلے ۲۰۰۸ء میں مشی گن صوبائی قانون ساز کاؤنسل میں پہلی مسلم خاتون کی حیثیت سے کامیابی حاصل کی تھی۔

امریکہ میں ٹکٹ حاصل کرنا آسان نہیں ہے، یہاں نہ کوئی تعلق دیکھا جاتا ہے اور نہ خوشامد بلکہ جس علاقے کے لیے ٹکٹ درکار ہوتا ہے پہلے اس پارٹی کے ارکان کے درمیان داخلی انتخابات ہوتے ہیں، اس سخت نقطۂ نظر سے امریکہ میں مرکزی انتخابات میں کامیابی حاصل کرنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

عہدِ حاضر کا ہندوستان:

ہم اگر بات کریں عہدِ حاضر کے ہندوستان کی تو پہلے یہاں فرضی انکاؤنٹر ہوتے تھے، فرقہ وارانہ فسادات میں قتل و غارت گری کی وارداتیں تو سننے کو ملتی تھیں، مگر اب تو ہجومی تشدد کے واقعات سیکڑوں کی تعداد میں سامنے آگئے ہیں۔ جہاں کسی مسلمان یا کسی مسلم طالب علم کو پایا تو ہندوؤں کی بھیڑ نے کسی بھی فرضی جرم کا بہانہ بنا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسرا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے احتجاجات کا بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۳۱؍ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو وزیر اعظم مودی نے ملک کے پہلے وزیر داخلہ سردار بلبھ بھائی پٹیل کے ۱۴۳ ویں یومِ پیدائش پر خراجِ عقیدت پیش کیا اور دنیا کے سب سے اونچے ۱۸۲ میٹر طویل مجسمے کا سادھو جزیرے پر افتتاح کیا، یہ مقام کیوڑیا، ضلع نرمدا گجرات میں واقع سردار سرور ڈیم سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، چین میں تیار ہونے والے اس مجسمے پر تقریباً تین سو کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ انھوں نے جس مبالغہ آرائی کا مظاہرہ کیا یہ انھیں کا حصہ ہے۔ انھوں نے یاد دلایا کہ اگر پٹیل نے ہندوستان کو متحد رکھنے کا کارنامہ انجام نہ دیا ہوتا تو گیر کے شیروں اور چار مینار دیکھنے اور سوم ناتھ مندر میں عبادت کرنے کے لیے ویزے کی ضرورت پڑتی۔

مقامِ حیرت و افسوس ہے کہ جس وقت مودی اسٹیچو آف یونیٹی کا افتتاح کر رہے تھے اس وقت کیوڑیا کے آس پاس ۷۲؍ گاؤں کے قبائلی خاندان بھوکے پیٹ فضا میں سیاہ غبارے اڑا کر اور ٹائر جلا کر اپنا احتجاج درج کرا رہے تھے۔ ان میں بیشتر وہ تھے جنھیں سردار سرور ڈیم کی تعمیر کے لیے کسی مناسب باز آباد کاری پیکج کے بغیر بے گھر کر دیا گیا اور مجسمے کے اطراف ۳؍ کلومیٹر علاقے کے لیے سیکڑوں درختوں کو کاٹ دیا گیا تھا۔

اس موقع پر ایک دوسرے واقعہ میں بھڑوچ، سون گڑھ اور راج پیپلا گاؤں کے لوگوں نے ''بند'' منایا۔ کچھ مظاہرین نے خون سے لکھے پلے کارڈ اٹھائے تھے جن پر مودی کے خلاف نعروں میں ''مودی واپس جاؤ'' لکھا ہوا تھا۔ حسبِ توقع بی جے پی نے ''احتجاج'' اور ''بند'' کے لیے کانگریس کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ یہ ایک سچائی ہے کہ گاندھی کے قتل کے بعد ۲؍ فروری ۱۹۴۸ء کو آر ایس ایس پر پابندی بلبھ بھائی پٹیل کے اشارے پر لگی تھی۔

اے کاش کہ حکومت اس خطیر رقم کو غربت اور بے روز گاری دور کرنے، کسانوں کے مسائل حل کرنے، تعلیمی فروغ، سماجی انصاف و مساوات اور صحتِ عامہ کے فروغ میں استعمال کرتی، کم خرچ پر چھوٹا اور خوب صورت مجسمہ بنانے سے پٹیل کی وقعت اور اہمیت کم نہیں ہو جاتی۔

اتر پردیش اور ملک کے دیگر صوبوں میں متعدّد مقامات کے نام بدلنے کا سلسلہ بھی حسبِ سابق جاری ہے۔ پہلے مایاوتی نے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے چند شہروں کے نام بدلے، اب موجودہ وزیر اعلیٰ یوگی جی نے یہی کام شروع کر دیا ہے۔ الٰہ آباد کا نام بدل کر ''پریاگ راج'' کیا، اس پر سات سو پچاس کروڑ روپے کا خرچ ہو رہے ہیں۔ لکھنؤ کرکٹ اسٹیڈیم کا نام تبدیل کر کے ''بھارت رتن اٹل بہاری واجپئی ایکانا اسٹیڈیم'' کیا، مغل سرائے کا نام ''پنڈت دین دیال اپادھیائے'' کیا۔ اس پر بھی سات سو پچاس کروڑ روپے کا خرچ ہوا اور ضلع فیض آباد کا نام ''ضلع ایودھیا'' کیا، اس پر بھی سات سو پچاس کروڑ روپے کا خرچ ہوا۔

اجودھیا میں شری رام کے والد راج رشی دشرتھ کے نام سے ایک میڈیکل کالج بنے گا اور مریادا پروشوتم شری رام کے نام سے ایک ایئرپورٹ کی تعمیر

کا اعلان وزیر اعلیٰ یوگی جی نے کیا۔ یوگی آدتیہ ناتھ نے ۷؍ نومبر ۲۰۱۸ء کو اجودھیا میں اپنے بیان میں کہا کہ اجودھیا میں مندر تھا، مندر ہے اور مندر رہے گا۔ انھوں نے مزید کہا کہ سریو ندی کے کنارے بھگوان رام کی ایک عظیم الشان مورتی تعمیر ہوگی جو عالمی سطح پر اجودھیا کی شناخت ہوگی۔ یہ مورتی پوجنے والی ہوگی جب کہ دریائے سریو کے کنارے تعمیر ہونے والی مورتی درشنیہ (قابلِ دید) ہوگی۔ ذرائع کے مطابق ان کے لیے ۸۰۰ کروڑ کا بجٹ مختص کیا گیا ہے۔ اب احمد آباد گجرات، اعظم گڑھ (یوپی)، لکھنؤ، آگرہ اور مرزاپور وغیرہ کے ناموں کو بدلنے کی تیاری بھی آخری مرحلے میں ہے۔

یہ حکمراں آستھا کے نام پر کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں، ان کے مذہبی نقطۂ نظر سے ان کی جو بھی حیثیت ہو ہمیں دخل اندازی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ گورنمنٹ کی یہ لمبی رقمیں عقیدتوں کے نام پر خرچ کی جا رہی ہیں، جب کہ باشندگانِ ہند کی جو حالتِ زار ہے وہ کسی فرد پر مخفی نہیں، لاکھوں غریب لوگ ایک ایک وقت کے کھانے کے لیے در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ بے شمار افراد کے پاس رہنے کے مکانات اور زندگی گزارنے کے اسباب نہیں ہیں۔ یہ حکومتیں اجودھیا کا نام روشن کرنے اور رام کے نام پر کروڑوں خرچ کر رہے ہیں۔ کیا غریبوں اور پریشان حالوں کے لیے رام کے نام پر کچھ بھی نہیں ہے؟؟ کیا ہندوتوا اسی قسم کے کارناموں کا نام ہے؟؟

بلاشبہہ آج عالمِ اسلام کے جو قابلِ افسوس حالات ہیں، ان پر بڑی حد تک لکھا جا چکا ہے، غور وفکر کا مقام یہ ہے، میڈیا پر عالمی سطح پر یہودیت اور نصرانیت کا غلبہ ہے، ہندوستان میں ہندوتوا حاوی ہے، رہے پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور افغانستان، ان کی جو افسوس ناک صورت حال ہے، ان سے عام قارئین بڑی حد تک آگاہ ہیں۔ خیر یہ تمام حقائق اپنی جگہ۔ ہمیں عرض کرنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے احوال عالمی سطح پر ناگفتہ بہ ہیں، مگر کسی بھی قسم کے حالات ہوں مایوسی بدترین جرم ہے۔ ہمیں نہ صرف یہ کہ ملکی اور بین الاقوامی حالات کا جائزہ لینا ہے بلکہ عملی اقدام کرنا بھی ضروری ہے۔

عالمِ اسلام کے لیے چند عملی تدبیریں:

❶- ارشادِ رب العالمین ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران، آیت:۳۱)

ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

دوسرا ارشادِ گرامی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (سورہ توبہ: آیت:۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

محبتِ ربانی، اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ، تقویٰ شعاری اور اہلِ صدق وصفا اولیاے کرام اور علماے ربانیین کی رفاقت مسلمانوں کی اولین ترجیح ہونا چاہیے۔

❷- مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر ممکن کوشش کر کے باہمی اختلافات دور کریں، تنقید براے تنقیص نہیں بلکہ براے صلاح وفلاح ہونا چاہیے۔

❸- نفع نقصان اور پسند، ناپسند میں خود پر دوسروں کو ترجیح دیں۔

❹- خرید وفروخت وغیرہ معاملات ہر ممکن حد تک اپنے بھائیوں سے کریں۔

❺- حج وزیارت اور تیوہاروں کے مواقع پر اتحاد کا مظاہرہ کریں۔

❻- جشنِ عید میلاد النبی ﷺ اور اعراس کے مواقع پر مسرت اور یک جہتی کا مظاہرہ کریں۔

❼- مدارس، خانقاہیں، رفاہی اور تبلیغی تحریکیں تمام مسلمانوں کا قومی سرمایہ ہیں، ان سب کا بھرپور تعاون کریں۔

❽- دینی اداروں میں عام طور پر دیہی علاقوں اور غریب خاندانوں کے طلبہ زیرِ تعلیم رہتے ہیں، شہری اور دولت مند طلبہ کو بھی اس رخ پر قدم آگے بڑھانا چاہیے۔

❾- تحریر وتصنیف اور میڈیا کو ہر اول رخ پر ترجیح دینا چاہیے۔

❿- مردوں اور عورتوں کو برے کاموں سے باز رکھنے کے لیے دعوت اسلامی وغیرہ تحریکوں کا تعاون کرنا چاہیے۔

⓫- یتیموں اور بے سہارا افراد کا تعاون کریں، فرقہ وارانہ فسادات میں بھی مظلوموں کی مدد کریں۔ ☆☆☆

فقہی تحقیق

غیر مسلم یا غیر سنی سے تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟

مفتی محمد علی قاضی

نوٹ! قارئین کرام کہ علم میں رہے کہ یہ تحریر ایک عالمی شہرت یافتہ وایوارڈ یافتہ پروفیسر سے انگریزی زبان سیکھنے والے سنی علما وائمہ مساجد پر اٹھائے گئے سوالات کے جواب میں قلم بند کی گئی ہے۔ اس تحریر کا مقصود ہرگز کسی کی دل آزاری اور کسی کی تائید وحمایت یا کسی کی تردید و مخالفت نہیں ہے بلکہ ایک خالص علمی بحث ہے اور بغرض اصلاح فکر ونظر پیش کی گئی ہے۔ امید کہ اہل علم وبصیرت اِسے پسند فرمائیں گے۔

ضروریات دین کا علم حاصل کرنا اس قدر کہ حق مذہب کی جانکاری ہو مسائل طہارت ونماز وغیرہ کے احکام سے آگاہی ہو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور ضروریات کے علم سے فراغت کے بعد دین میں تفقہ اور مہارت پیدا کرنا، تفسیر فقہ حدیث عربی زبان کا علم حاصل کرنا یہ فرض کفایہ ہے۔ بالکل اسی طرح دور حاضر کے ان تمام سائنسی وفنی علوم اور مختلف لغات وزبان کا علم حاصل کرنا امت پر فرض کفایہ ہے جن کے بغیر قوموں کی مادی ترقی ناممکن ہے اور جن میں مہارت پاکر یہود ونصاریٰ اور اغیار اسلام مسلمانوں پر غالب آچکے ہیں اور مسلمان اس وقت قعر ذلت میں گرے ہوئے ہیں۔ اس لیے اسلام اور مسلمانوں کے غلبے کے لیے عصری علوم، فنی علوم اور بین الاقوامی زبانیں خصوصاً انگلش زبان کا جاننا علمی فضیلت کی جملہ برکات کا حق دار ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا درجہ بیشک دینی علوم کے بعد ہے۔ ان عصری علوم وفنون اور زبان ولغات کو اس نیت سے حاصل کرے کہ اِن میں کمال پاکر وہ دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کی سعی محمود کرے گا اور اسلام کی عظمت رفتہ کو واپس لائے گا تو بلاشبہ یہ بڑی سعادت وعبادت ہے۔ اب رہا معلم واستاد کے مذہب ومسلک کا سوال کہ اختلافِ مذہب ومسلک کی بنا پر ایسے مربی وٹیچر سے تعلیم حاصل کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی غیر مسلم سے یا کسی بھی غیر صحیح العقیدہ شخص سے ضرورت پڑنے پر قرآن وسنت اور ایمان وعقیدے کی تعلیم کو چھوڑ کر انگریزی تعلیم یا کسی بھی زبان ولغت یا عصری علوم کے کسی بھی سبجیکٹ کی تعلیم حاصل کرنے یا اسکولی تعلیم کی ٹیوشن لینے میں ہرگز کوئی قباحت نہیں ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

عن ابن سیرین قال ان ھٰذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم. (انوار الحدیث بحوالہ مسلم ومشکوٰۃ)

ترجمہ! حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ یہ علم (یعنی قرآن وحدیث کو جاننا) دین ہے لہٰذا تم دیکھ لو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایمان وعقیدہ، مذہب ومسلک اور قرآن وحدیث کی تعلیم اسی سے حاصل کرنا چاہیے جو خود خوش عقیدہ ہو اور قرآن کریم، حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تفسیر وفقہ کا صحیح ودرست علم رکھتا ہو۔ مگر یہ حکم عصری علوم وفنون اور لغات وزبان سیکھنے پر نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب علم اس نیت سے انگریزی زبان سیکھتا ہے کہ معاندین ومخالفین اسلام کی تردید کرے تو بلاشبہ وہ عند اللہ اجر پائے گا۔

جنگ بدر کے موقعے پر اسیران بدر میں جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے اُن قاتلین ومحاربین اور اعدائے دین ومعاندینِ اسلام ومخالفین رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دس دس انصاری لڑکوں کو تعلیم دینے پر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مقرر فرمایا تھا۔

معاذاللہ! کیا وہ سیکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لڑکے اسلام سے پھر گئے تھے یا پڑھانے والوں ہی کو مسلمان بنا دیا تھا؟ اسلامی علوم ہوں کہ عصری علوم مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایمان وعقیدے کی سلامتی کے ساتھ بلا خوف لومۃ لائم اُن کے حصول میں وہ ہر ممکن کوشش کریں

سابق چیف قاضی ضلع دھارواڑ

۔عربی کا مقولہ ہے: لِکلِّ شَئٍ آفَۃٌ وَلِلْعِلْمِ آفَاتٌ یعنی ہر شئے کے حصول میں کوئی نہ کوئی دشواری پیش آتی ہے مگر طلب علم میں بے شک بہت مصائب ہیں۔لیکن اس کے باوجود طلب و تلاشِ علم میں ہرگز کسی بھی قسم کی غفلت وکوتاہی نہیں برتنا چاہیے۔ حضور معلم اخلاق رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شریعت میں علم وتعلیم کے حوالے سے اور زبان وبیان پر عبور پانے کے سلسلے میں کس قدر تاکید آئی ہے،اِس کو جاننے کے لیے حسب ذیل آیات مبارکہ کی تلاوت کریں۔اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔اس کا ارشاد ہے:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یوسف ۱۲۔۷۶)

ترجمہ!ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:یکون ھٰذا اعلم من ھذا وھذا اعلم من ھذا واللہ فوق کل عالم.

یعنی یہ اُس سے زیادہ علم والا ہے اور یہ اُس سے بھی زیادہ علم والا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہر بڑے سے بڑے علم رکھنے والے پر سب سے زیادہ علم والا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ الگ الگ علم رکھنے والے سب ہی اللہ کے بندے ہیں۔بلا تفریق مذہب وملت اور بلا تمیز ملک وقوم جملہ انسانی مخلوق کو اللہ رب العزت نے کوئی نہ کوئی علم عطا کیا ہے اور کوئی نہ کوئی زبان وہنر اور صلاحیت ولیاقت عطا فرمایا ہے۔اور سب کے سب ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔اور رب العزت کا یہ بھی ارشاد ہے

وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (الاسراء ۱۷۔۸۵)

ترجمہ!اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف تھوڑا سا علم عطا کیا ہے اس لیے سچی بات یہ ہے کہ حیات وکائنات میں اللہ تعالیٰ نے جو علم رکھا ہے اس کے قلیل سے قلیل ترین کا بھی ہمیں مکمل علم نہیں ہے۔اور یہ بھی سب سے بڑی سچائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کا ہرگز کوئی احاطہ نہیں کرسکتا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (البقرہ ۲آیت ۲۵۵)

ترجمہ!اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

چنانچہ اللہ نے اپنے منتخب ومخصوص بندوں یعنی نبیوں اور رسولوں کو کون کون سے علم وہنر اور کون کون سی زبان وبیان عطا فرمایا ہے خود قرآن پاک ہی سے سن لیجیے۔بیشک اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیائے کرام ورسولان عظام کو علم وحکمت سے سرفراز فرمایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے بالخصوص سات نبیوں کو سات قسم کے علم سے صراحتاً فضیلت عطا فرمائی ہے:

(۱)ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو علم لغت واشیاء عطا کیا :

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ ۲آیت ۳۱)

ترجمہ!اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے۔

یعنی اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام پر تمام اشیا وجملہ مسمیات پیش فرماکر آپ کو ان کے اسما وصفات وافعال وخواص واصول علوم و صناعات سب علم بطریق الہام عطا فرمایا۔

(۲)حضرت خضر علیہ السلام کو علم فراست عطا کیا:

وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (۱۸آیت ۶۵)

اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا یعنی غیوب کا علم۔

مفسرین کرام نے فرمایا کہ علم لدنی وہ ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہو۔

(۳)حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر عطا فرمایا:

وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ (۱۲آیت ۲۱)

ترجمہ:اور اس لیے کہ اسے باتوں کا انجام (یعنی خوابوں کی تعبیر)سکھائیں۔

(۴)حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم منطق الطیر دیا یعنی پرندوں کی بولیاں جاننا سکھایا: عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ (۲۷آیت ۱۶)

ترجمہ:ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی۔

(۵)حضرت داؤد علیہ السلام کو علم صنعت سے نوازا:

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ (۲۱آیت ۸۰)

ترجمہ:اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا (یعنی جنگ میں دشمن کے مقابل کام آئے اور وہ زرہ ہے سب سے پہلے زرہ بنانے والے حضرت داؤد علیہ السلام ہیں)۔

(۶)حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم توریت وانجیل اور اس کی حکمت سے نوازا: وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ (۵آیت ۱۱۰)

اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل یعنی اسرار علوم۔

(۷)اور سید البشر خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اسرار غیب: وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط (۴ آیت ۱۱۳)

ترجمہ!اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔(اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو تمام کائنات کے علوم عطافرمائے اور کتاب وحکمت کے اسرار وحقائق پر مطلع کیا)۔

سات پیغمبروں کو علم کی وجہ سے بڑے بڑے فائدے ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے علم نے فرشتوں سے سجدہ کرایا، حضرت خضر علیہ السلام کو علم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات عطا کی، حضرت یوسف علیہ السلام کو علم نے قید خانے سے نکال کر تخت و تاج کا مالک بنایا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم نے بلقیس جیسی صاحب جمال اور صاحبہ تخت و تاج بیوی عطا کی، حضرت داؤد علیہ السلام کو علم نے بادشاہت دلائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علم نے ان کی والدہ سے تہمت دور کرائی اور ہمارے آقا خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم اولین وآخرین عطافرماکر آپ کے سر مبارک پر خلافت الٰہیہ اور شفاعت کبریٰ کا سہرا باندھا۔ اسی لیے ہمارے آقا معلم انسانیت نبی رحمت ﷺ نے علمائے دین کو وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاء (تنبیہ الغافلین باب فضل طلب العلم) کہ کر انھیں وارثین انبیا وجانشین علوم سید الانبیا قرار دیا ہے۔

در اصل اسلام میں نبوت ورسالت کے لیے بھی علم چاہیے تو خلافت وامامت کے لیے بھی علم درکار ہے۔اسی طرح امارت وسلطنت کے لیے بھی علم چاہیے توسیادت وقیادت کے لیے بھی علم ضروری ہے۔ جی ہاں !جہاں بانی وحکمرانی خصوصًا اس عہدِ علم وفن اور دورِ سائنس و تیکنالوجی میں توعلم کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔علم ودانش کے بغیر دین ودنیا کی ترقی وکامیابی کا تصور عبث ہے ۔ ہمارے آقا ﷺ نے اپنی امت کوماں کی گود سے لیکر قبر کی آغوش تک علم وحکمت حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔اس لیے مبلغین ودعاۃ کے لیے اسلامی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ قومی وبین الاقوامی زبانوں کا جاننا از حد ضروری ولابدی ہے ورنہ وہ اسلام جیسے آفاقی وعالمی مذہب کے صحیح نمائندے نہیں کہلاسکتے۔قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو مختلف قوموں کی طرف بھیجا اور ان کی زبانوں کا اُن پیغمبروں کو ماہر بناکر بھیجا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط (ابراہیم ۱۴ آیت ۴)

ترجمہ!اور ہم نے ہر رسول کواس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انھیں صاف بتائے۔

اس کا معنی ہوا کہ جس قوم میں بھی نبی ورسول گئے اسی قوم کی زبان کو تبلیغ کے لیے استعمال فرمایا ہے اگرچہ وحی ان پر عربی ہی میں کیوں نہ نازل ہوتی رہی۔انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کا پیغام قوموں کی زبانوں میں ترجمہ کرکے قوموں کو بتاتے رہے۔یاد کیجیے کہ جب فرعون نے سر اٹھایا او رسرکشی کیا تو رب تبارک وتعالیٰ نے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے پاس جائیں اور اسے ڈرائیں اور نصیحت کریں تو اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار میری زبان میں لکنت آگئی ہے میری اس لسانی ضعف کو دور فرمادے اور نیز میری تجھ سے فریاد ہے کہ تو میرے بھائی ہارون کو بھی میرے ساتھ کردے کیوں کہ وہ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں ۔معلوم ہوا کہ دینی تبلیغ کے لیے اقوام عالم کے پاس جانے سے پہلے اور بالخصوص مخالفین واعدائے دین سے روبرو ہونے سے پیشتر ان کی زبانوں اور ان کی تہذیب وکلچر سے واقف ہونا بے حد ضروری ہے۔چنانچہ قرآن کریم کی تین سورتوں میں الگ الگ مقامات پر پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے قصے کے تناظر میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں زبان وبیان کی قدر ومنزلت اور لغت ولسان کی خوبی واہمیت کو سمجھایا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

(الف) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾

(طٰہٰ ۲۰ آیت ۲۷)

ترجمہ:میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں (زبان میں جو لکنت پیدا ہوگئی ہے وہ دور ہوجائے اور فرعون اور اس کے درباری میری بات اچھی طرح سمجھ لیں۔)

معلوم ہوا کہ مبلغ وداعی کے لیے زبان کا صاف وشائستہ ہونا لازم ہے تاکہ دین کا پیغام احسن طریقے سے مخاطبین تک پہنچ سکے)۔

(ب) وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ

(الشعراء ۲۶ آیت ۱۳)

ترجمہ!اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی

(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا تھا کہ فرعون اور اس کے ساتھی جھٹلائیں گے اور میرا حال یہ ہے کہ بچپن میں منہ میں آگ کا انگارہ رکھنے کی وجہ سے زبان جل گئی تھی جس کی وجہ سے زبان نہیں چلتی ہے اس لیے ہارون کو بھی میرے ساتھ کردے کہ تبلیغ میں میری مدد فرمائیں۔)

(ج) وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ. (القصص ۲۸ آیت ۳۴)

ترجمہ! اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کے لیے بھیج۔

اسلام چونکہ رب کائنات کا عالمی وآفاقی پیغام حق وصداقت اور دعوت الی الخیر والسعادت ہے اور پیغمبر اسلام حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ عالم واقوام عالم کی جانب ہدایتِ عام ورحمتِ تمام بن کر تشریف لائے ہیں اس لیے علمائے دین پر لازم ہے کہ وہ حتی الوسع اپنے علم وبیان میں اور لغت ولسان میں اوراشخاص و اشیا کی جان پہچان میں خوب خوب وسعت پیدا کریں۔علمائے دین انبیائے کرام کے وارث ہیں۔اور انبیا کی علمی وراثت اسلامی علوم بھی ہیں تو عصری علوم بھی، علوم قدیم بھی ہیں تو علوم جدید بھی،انسینٹ سائنس بھی ہے تو ماڈرن سائنس بھی،علوم فلکیات ونجوم بھی تو علم طبقات الارض بھی،علم سائنس بھی ہے تو علم آثار بھی اور علم جغرافیہ بھی ہے تو علم البحور بھی۔اب ان علوم وفنون کے حصول کے لیے انھیں اگرچہ خود دشمنوں کے بیچ جانا پڑے یا ان کے بلاد وامصار میں جاکر کچھ سیکھنا پڑے تو وہ اس سے گریزنہ کریں۔ارشاد معلم اخلاق وعالم ﷺ ہوتا ہے:

وعن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه انه قال اطلبوا العلم ولو بالصين فان طلب العلم فريضة على كل مسلم.(تنبیه الغافلین باب فضل طلب العلم.علم اور علماء بحواله كنز العمال)

ترجمہ! حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ علم حاصل کرواگرچہ اس کے لیے چین جانا پڑے کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد(اور عورت)پر فرض ہے۔

نوٹ!ذرا سوچیے کہ چین نہ کل مرکز اسلام تھا اور نہ آج اسلام کا مرکز ہے بلکہ چین کے ایک علاقے ستر لاکھ سے زیادہ مسلمان بستے ہیں ان پر چین کی حکومت نے دائرہ تنگ کر رکھا ہے۔خصوصا اسلامی ممالک سے آنے والی اسلامی تہذیب وکلچر پر پابندی لگائی ہے اور چینی مسلمانوں پر دباؤ ہے کہ وہ چینی کلچر اور سوشلزم کے سانچے میں مذہبی زندگی گزاریں۔چین میں دو کروڑ تیس لاکھ سے زیادہ مسلمان بستے ہیں، مگر انہیں چہروں پر ڈاڑھی رکھنے کی اجازت نہیں ہے،اسی طرح وہاں کھلی جگہوں پر نماز ادا کرنے پر بھی پابندی ہے،مساجد کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ نظریہ اشتراکیت کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سمجھائیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں سوشلسٹ نظریہ جاگزیں ہوجائے اور یہاں پر دسیوں لاکھ بے قصور مسلمانوں کو بغیر کسی مقدمے کے غیر معینہ مدت کے لیے قید خانوں میں بند کیا گیا ہے۔ابھی حال ہی میں چین سرکار نے قانونی کاروائی کے نامکمل ہونے کا بہانہ بناکر ایک عظیم الشان مسجد کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔جب مسلمانوں نے احتجاج کیا تو فی الحال مسجد کے انہدام کی کاروائی کو روک دیا گیا ہے۔چینی سرکار نہیں چاہتی ہے کہ چین میں اسلام کا بول بالا ہو۔اقوام متحدہ کی ایک اور تازہ رپورٹ (اس مضمون کی تکمیل کے بعد ہمیں یہ خبر ملی،جسے ہم نے تحریر کی مناسبت سے شامل کرلیا ہے)کے مطابق چین نے یوغیر قوم کے دس لاکھ مسلمانوں کے علاوہ اور بہت ساری دوسری مسلم ذاتوں کو برسوں اپنی جیلوں میں انسداد دہشت گردی کے نام پر قید رکھا ہے اور اسلام کی ترویج واشاعت کو غلط بتاکر جیلوں میں بند کردیا ہے۔حسب ذیل رپورٹس کے ذریعہ آپ مذکورہ باتوں کی تصدیق کرسکتے ہیں۔

Flags should be hung in a prominent position in all mosque courtyards, Mosques should also publicly display information on the party's core socialist values and explain them via Islamic scripture so that they will be deeply rooted in peopl's hearts.They should also study Chinese classics and set up courses on traditional Chinese culture while being sure to focus only on Muslim sages of Chinese rather than foreign origin. The country is home to some 23 million Muslims. But restrictions on them are intensifying,Xinjiang which is home to the mostly Muslim Uighur minority, where there are bans on beards and public prayers. They are being held in shadowy detentions indefinitely without due process *(D.H.World Report, Hubballi-Dharwad,May 22,2018)*

Chinese officials have delayed the plan to demolish a newly built mosque.

The latest conflict in a recent campaign to rid the region of what Beijing regards as a worrying trend of Islamisation and Arabisation. An official notice issued on August 3 had given the mosque's management to demolish the building by august 10 on the grounds that it had not been granted the neccessary planing and construction permits *(D.H.Saturday.August 11,2018)*

Up to one million Uighurs and other Muslim minorities have been detained in internment camps in China's far western Xinjiang region,according to estimates cited by the UN Committee on the Elimination of Racial Discrimination *(D.H. Hubballi-Dharwad, september 1,2018).*

اب اِن حالات میں حدیثِ رسول ﷺ کے تحت باہر سے آنے والے مسلمان چین آکر کیا سیکھیں گے؟ علوم اسلامیہ سیکھیں گے یا عصری علوم وفنون پر دسترس حاصل کریں گے؟ اور پھر باہر سے آنے والے مسلمان یہاں آکر جو کچھ دین یا دنیا کے بارے میں سیکھیں گے وہ آخر کس سے سیکھیں گے؟ بدھ مذہب کے ماننے والوں سے علم حاصل کریں گے یا پھر لا مذہب وبے دین لوگوں سے سیکھیں گے؟ ظاہر ہے کہ چین میں آکر دین وایمان تو سیکھنے کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا ہاں البتہ عصری علوم وفنون اور سائنس وٹکنالوجی اور مختلف صنعت و حرفت میں مہارت ضرور حاصل کیا جاسکتا ہے، جس کی اسلام میں پوری پوری گنجائش ہے۔ اس لیے اغیار سے عقیدہ وایمان کے علاوہ کچھ بھی سیکھنے پر سکھانے والے کے لیے مذہب، عقیدہ اور ایمان کی پابندی لگانا غیر حکیمانہ فعل اور اسلام کے آفاقی مزاج سے ناواقفیت کی نشانی ہے۔ اس موقع پر یہ بات ہم پر مخفی نہ رہے کہ ضرورت پڑنے پر اسلام واہل سنت سے عاری معلّمین کے مذہب وعقیدے کی اصلاح کی گنجائش کا دروازہ ہم ہر وقت کھلا رکھیں۔ بلکہ حالات اجازت دیں تو:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط (۱۲۵-۱۶)

ترجمہ! اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو) کی روشنی میں مثبت وسنجیدہ اور مدلل ومعقول دلائل سے ان کے غلط افکار ونظریات کے نقصان وخرابی کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائیں۔ ابھی آپ نے اوپر قرآن کریم کی روشنی میں پڑھا کہ انبیائے کرام میں اب البشر حضرت آدم علیہ السلام کو جملہ اشیا، جملہ لغات ولسان، زبان وبیان اور جملہ علوم وفنون وصناعات کا علم دیا گیا تھا، کسی نبی کو توریت، زبور، انجیل اور کتب سماوی کا علم۔ ظاہر ہے کہ اِن کی زبانوں کا جاننا بھی دین کو جاننے ہی کا ایک حصہ ہے۔ اعلی حضرت فرماتے ہیں عبرانی اور ہے اور سریانی اور عبرانی میں انجیل نازل ہوئی اور سریانی میں توریت ہے۔ (الملفوظ کامل حصہ چہارم ص ۳۳۱ مطبع رضوی کتاب گھر۔)

کسی نبی کو پرندوں کا علم، کسی نبی کو جنگ میں کام آنے والے لباس وآلات بنانے کا علم اور ہمارے آقا امام الانبیا سید المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو تو تمام کائنات کے علوم، اسرار وحقائق اور سارے رموزِ حیات وکائنات بتادیئے گئے تھے۔ علمائے دین انھیں کے وارثین کہلاتے ہیں۔ جب کہ ہمارے معاشرے میں رائج مدرسوں اور معروف دارالعلوم وجامعات میں تو آج کل اسلامیات کے حوالے سے بس دس سے بارہ یا زیادہ سے زیادہ پندرہ سے بیس سبجکٹس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر ان سارے دس بارہ سبجکٹس پر مہارت وید طولہ تو فقط گنے چنے بعض ہی علما کا نصیبہ ہے۔ کیا ایک وارث نبی کی یہ شان نہیں ہونی چاہیے کہ وہ حتی الوسع دینی ضرورت اور انسانی خدمت کے جذبے کے تحت حالات وماحول کے پیش نظر جو کچھ ممکن ہو ہر چیز کا علم، ہر شئی کی جانکاری اور ہر زبان کی پہچان حاصل کرلے۔ یہاں تک تو آپ ضرور ہماری تائید فرمائیں گے کہ واقعی میں علمائے دین چوں کہ وارثینِ انبیائے کرام ہوتے ہیں انھیں کثیر العلم اور وسیع التجربہ ہونا چاہیے۔

لیکن حصول علم وہنر اور حصول لغت وزبان کی خاطر تعلیم دینے والے ماہر علم وفن پر جب ہم دین ومذہب اور عقیدہ ومسلک کی پابندیاں لگادیں گے اور خصوصاً جب کہ مذکورہ مقصد کی حصولیابی کے لیے ہمیں کوئی ہم مذہب وہم مسلک معلم واتالیق بسہولت میسر نہ آئے تو کیا اس طرح ہمیں دنیا کے علوم وفنون، مختلف لغات والسنہ اور صنعت وحرفت کا علم اور اس کی جانکاری مل سکے گی؟

اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، ٹیکنکل ومیڈیکل اداروں کے نصاب تعلیم میں، اساتذہ، لکچررس اور پروفیسرس پر اگر ہم مذہب ومسلک کی شرط لگائیں گے تو اُن سے ہمیں کچھ بھی سیکھنا سخت دشوار ہوجائے گا۔ کیا اِس حقیقت پر بھی ہم کو بحث کرنی پڑے گی کہ مسلمانوں میں سب خیریت ہے اور جماعت اہل سنت کے متعلق تو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے پاس تو سب طرح کے علمی ولسانی اور تعلیمی وفلاحی مراکز وجامعات موجود ہیں کہ اغیار کی طرف انھیں جھانکنے کی بھی ضرورت نہیں ہے؟ رہا سوال دین ومذہب اور عقیدہ ومسلک سیکھنے اور سکھانے کا تو بیشک اس کے حوالے سے ہمارے پاس واضح ہدایت ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ البتہ یہ شرط دیگر علوم وفنون کے لیے نہیں ہے ورنہ آج دنیا میں علوم وفنون کے ہزاروں ماہرین ہیں جن سے مسلمان علمی وفنی اور تعلیمی وتکنیکی فیض پاتے ہیں اور ملک میں ہزاروں کالجز ہیں جہاں

ہمارے لاکھوں بچے زیر تعلیم ہیں۔ان کے بارے میں آپ کیا حکم لگائیں گے ؟اور اقوام عالم کے پاس عالمی سطح پر درجہ اول کی سینکڑوں یونیورسٹیاں ہیں مگر افسوس کہ اس سے کم درجے والی یونیورسٹیاں بھی مسلمانوں کے پاس نہیں ہیں بلکہ اہل سنت اور مسلک کے نام پر تو دنیا میں ایک بھی یونیورسٹی کا دستیاب ہونا بعید الوقوع ہے۔سوال یہ ہے کہ ان یونیورسٹیوں میں کیا ہم تعلیم پانا چھوڑ دیں؟ کون نہیں جانتا کہ ہر دور میں سنی طلبہ وعلمانے ملک کی نامور یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی ہے مثلاً ہمدرد یونیورسٹی دہلی، جواہر لعل یونیورسٹی دہلی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ، مگدھ یونیورسٹی ،گلبرگہ یونیورسٹی ، میسور یونیورسٹی، مدراس یونیورسٹی، بنارس ہندو یونیورسٹی وغیرہ۔بلکہ اس طرح کی بیشمار یونیورسٹیوں سے ہمارے جید وقابل علمانے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں ہیں۔اسی پر بس نہیں بلکہ امام اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات، ان کی شاعری، ان کے اردو دانی، ان کے تفقہ اور ان کے تصنیفات وتشریحات اسلامی پر پی ایچ ڈی بھی کیا ہے۔کیا ان یونیورسٹیوں میں پڑھانے والے پروفیسر احباب سب مسلمان ہیں؟ اور اگر مسلمان ہیں تو کیا سب سنی ہیں؟ اور اگر سنی ہیں تو کیا سب مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکار ہیں؟ آپ کا جواب بلاشبہ نفی میں ہوگا۔ تو اب آپ ایسے سنی علما وطلبہ کے بارے میں کیا حکم لگائیں گے، جو یہاں تعلیم پا رہے ہیں یا تعلیم پا چکے۔العیاذ باللہ! کیا وہ سب سنی نہ رہے یا ان کے عقیدے میں فساد آگیا؟

غیر سنی سے اسلامی عقائد ونظریات کی تعلیم حاصل کرنے میں بلاشبہ قباحت ہے۔ مگر در حقیقت راسخ العقیدہ وراسخ العلم مومنین خصوصًا علما حضرات کے حق میں یہ قباحت بھی نہیں ہے کیوں کہ اِلاِسلام یَعْلُو وَلَا یُعْلیٰ (یعنی اسلام غالب ہوگا کبھی مغلوب نہ ہوگا) ہاں! مگر کسی مخصوص علم وفن، کسی خاص سبجیکٹ اور زبان وادب کے سیکھنے میں تو ہرگز قباحت نظر نہیں آتی۔ تاریخ تو بتاتی ہے کہ مسلمان جن ملکوں میں بھی گئے وہاں کی تہذیب وکلچر سے ہرگز مرعوب ومتاثر نہیں ہوئے بلکہ اپنے مذہب وعقیدے، اپنی تہذیب وکلچر اور اپنے اخلاق وکردار سے وہاں کے لوگوں میں اسلام کی روشنی کو عام وتام کیا۔ کبھی تنہا گئے اور کبھی قلیل جماعت کے ساتھ گئے مگر ہزاروں کو اپنے ساتھ لے آئے اور دامن اسلام کو وسیع وعظیم کیا۔ادھر ہمارا حال یہ ہے کہ تقریبًا ملک کے سارے سرکاری سکولس، کالجز اور جامعات (یونیورسٹیز) کے مسلم اساتذہ، لکچررس اور پروفیسرس میں اکثر وہ لوگ ہیں جن کے عقائد اور مذہبی نظریات عقائد ونظریاتِ اہل سنت سے متضاد ومتصادم نظر آتے ہیں یا تصلب فی الدین سے عاری اور آزاد خیالی کے عملاً قائل ہیں۔

صوبائی ومرکزی گورنمنٹ مدارس کی اردو اور عربی کی نصابی کتابوں کی ترتیب وتدوین کے لیے جو بورڈ تشکیل پاتے ہیں اُن میں بھی اکثر وبیشتر ممبران وارکان وہی ہوتے ہیں جن کا مسلکی تعلق ورشتہ اہل سنت سے کم ہوتا ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت میں شمار کیوں نہ کریں۔اس لیے اگر کوئی مخصوص علم وفن اور خاص لسان وزبان حاصل کرنے کا مقصد ہی ترویج دین اور اشاعت مذہب حق ہو یا رزق حلال کا طلب مقصود ہو تو تب تو لازم وضروری ہوگا کہ ہر مبلغ وداعی ہر حال میں، کسی بھی صورت میں اور جس طرح بھی بن پڑے جس فن کی، جس زبان کی اور جس سبجیکٹ کی بھی حاجت ہو، سیکھ لے اگرچہ سکھانے والے معاندینِ اسلام ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ اسیران بدر سے صحابہء کرام کے بچوں نے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ اور جیسا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَاءَهُ الْموتُ وهو يَطْلُبُ الْعِلمَلِ يُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَّاحدةٌ فِي الْجَنَّةِ.

(علم اور علماء بحوالہ مشکوٰۃ)

ترجمہ! جس شخص کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اسلام کو تازہ زندگی بخشنے کے لیے علم حاصل کر رہا ہو تو اس کے اور انبیاء کے درمیان جنت میں ایک درجہ ہوگا۔

غور کیجیے کہ عصری علوم وفنون اور مختلف لغات وزبان کے برعکس اب اگر کوئی خالص مذہبی واسلامی علوم اس لیے حاصل کرے کہ لوگوں کو جادۂ حق سے گمراہ کر دیا جائے جیسا کہ حضور کے زمانے میں کچھ لوگ ایسا کیا کرتے تھے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (لقمان ۳۱ آیت ۶)

ترجمہ! اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکاویں بے سمجھے۔یا قرآن وسنت کا علم اس لیے حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ روزی روٹی کمایا جائے اور روپیہ پیسہ بنایا جائے تو کیا یہ جائز ہوگا؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں! کیونکہ علم کا مقصد اُس پر عمل ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ

الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ (الجمعہ ۶۲ آیت ۵)

ترجمہ! ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انھوں نے اسکی حکم برداری نہ کی، گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے ہے۔

اس آیت پاک سے ہمیں درس ملا کہ طلب علم کا مقصد اُس پر عمل ہے نہ کہ ذریعہ معاش۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

(الف) وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ (البقرہ ۲ آیت ۴۱)

ترجمہ! اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو اور مجھی سے ڈرو

(ب) وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ (البقرہ ۲ آیت ۱۷۴)

ترجمہ! اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لے لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں۔ اور علم کا مقصد بندگان خدا کو نفع پہنچانا ہے، وہ دینی نفع ہو کہ دنیوی فائدہ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ (البقرہ ۲ آیت ۱۰۲)

ترجمہ! اور وہ سیکھتے ہیں جو انھیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا۔

یعنی علم اس لیے ہے کہ اس سے خود فائدہ حاصل کیا جائے اور دوسروں کو اُس سے فائدہ پہنچایا جائے۔ کیوں کہ علم کا مقصود ایذا رسانی، تخریب کاری اور ہلاکت و بربادی نہیں بلکہ راحت رسانی، تعمیرِ انسانیت، خدمت خلق اور آباد کاری ہے۔ جو لوگ اپنی علمی و فنی صلاحیتوں کو دنیا میں فساد و بربادی اور مخلوقِ خدا کی تباہی و ہلاکت کے لیے لگاتے ہیں وہ حیات و کائنات کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔ اور در حقیقت انھوں نے علم کا مقصد ہی نہیں سمجھا۔ احادیث پاک میں ہے کہ حضور نے اپنی امت کو ہمیشہ علم نافع کی دعا کرنے کی تعلیم دی ہے۔

(الف) اس دعا کو ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَعَمَلٍ لَّا يُرْفَعُ وَقَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَقَوْلٍ لَّا يُسْمَعُ.

ترجمہ! اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم کا سوال کرتا ہوں اور جو علم نفع نہ دے، عمل مقبول نہ ہو، جو دل تیرے خوف سے نہ ڈرے اور جو بات سنی نہ جائے ان سبھوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(ب) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب زمزم شریف نوش فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ عِلْماً نَّافِعًا وَّرِزْقاً وَّاسِعاً وَّ شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ.

ترجمہ! اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا کا طلب گار ہوں۔

(ج) نماز فجر کے بعد یوں پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِزْقاً طَيِّبًا وَعِلْماً نَافِعاً وَّعَمَلاً مُّتَقَبَّلاً.

ترجمہ! اے اللہ میں تجھ سے پاکیزہ رزق، علم نافع اور مقبول عمل کی بھیک مانگتا ہوں۔

(قرآنی عملیات المعروف کتاب الدعوات از مفتی عبد الواحد ہالینڈ)

المختصر! دینی علم ہو کہ دنیاوی علم اور علم سیکھنا ہو کہ علم سکھانا سب کا مقصد نفع حاصل کرنا اور نفع رسانی ہو اگر ہلاکت وضرر رسانی مقصود ہو تو بلاشبہ وہ دین ہی کا علم کیوں نہ ہو باعث معصیت و غضب رب العزت ہے۔ اختلافِ مسلک کی بنا پر تعلیم حاصل کرنے کو ممنوع قرار دینے والے اپنے مدارس و جامعات کے نصاب تعلیم کی طرف بھی تھوڑا توجہ دیں خصوصا عربی ادب کے شعبے میں پڑھائی جانے والی کتابیں مثلا القراۃ الراشدہ اور معلم الانشاء وغیرہ کے مرتبین و مصنفین کون ہیں؟ اور ہم یہاں پر سردست چند لغات یعنی ڈکشنریوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جو ہمارے مدرسوں اور دار العلوم کی لائبریریوں میں موجود ہیں، جن سے ہم سب استفادہ کرتے ہیں۔ آخر وہ کن کی مرتب کردہ ہیں؟ آپ خود دیکھ لیں!

☆ مصباح اللغات مکمل عربی اردو ڈکشنری مرتبہ از ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی استاذ ادب ندوۃ العلما سابق استاذ دار العلوم دیوبند۔ ☆القاموس الجدید عربی سے اردو مرتبہ مولانا وحید الزماں کیرانوی استاذ دار العلوم دیوبند۔ ☆ القاموس الجدید اردو سے عربی مرتبہ مولانا وحید الزماں کیرانوی استاذ دار العلوم دیوبند۔ ☆فیروز اللغات اردو جامع (جامع اردو لغات) ناشر و طابع نیو اسٹینڈرڈ پبلیکیشنز دہلی۔ ☆مجمع اللغات فارسی مرتبہ از مولوی محمد رفیع فاضل دیوبند و مولوی حکیم ابوالفضل فاضل جامعہ احمدیہ بھوپال۔ ☆منجد الطلاب (عربی سے عربی) طابع و ناشر دار المشرق بیروت لبنان۔ ☆عربک انگلش ڈکشنری مرتبہ جے یم کوین۔ ☆المورد ماڈرن انگلش عربک ڈکشنری مرتبہ منیر البعلبکی ناشر بیروت لبنان ☆ پریکٹیکل ڈکشنری اردو سے انگلش مرتبہ پروفیسر آریل بھاٹیہ و پروفیسر یس کے سچدیو۔ ☆کنسائز ٹوینٹی یتھ سینچوری ڈکشنری (انگلش ٹو انگلش اینڈ اردو) مرتبہ پروفیسر بشیر احمد قریشی ☆انگلش فارسی (ڈکشنری) شائع شدہ تہران (ایران) ☆اردو ہندی لغت مرتبہ از ابو محمد امام الدین رام نگری بنارس شائع کردہ اسلامی ساہتیہ سدن وارانسی۔

متذکرہ بالا ساری ڈکشنریاں اور اس کے علاوہ اور بیشمار لغات سب

کی سب اغیار اہل سنت کی مرتبہ ہیں جن سے ہمارے علماء بڑے ہوں کہ چھوٹے اور اساتذہ ہوں کہ طلبہ سب استفادہ کرتے ہیں سب کے گھروں میں، کلاسوں میں اور جملہ سنی مدارس و جامعات میں انھیں کی مرتبہ ومدونہ لغات موجود ہیں کہ جن سے ہم آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے الفاظ وکلمات کا صحیح صحیح ترجمہ معلوم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیے کہ ملک میں مرکزِ تعلیم اہل سنت یعنی مصباح العلوم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا کہ وہاں کے جید علمائے کرام نے نصابی کتابوں کی تشریحات وحواشی اور فنی کتابوں کا ترجمہ اور ان کے مطالب مرتب فرمایا اور تاہنوز یہ سلسلہ مادر علمی میں جاری ہے ورنہ اس سے پہلے ہم سب دوسروں ہی کے تراجم وتشریحات سے کام چلاتے تھے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء! تعجب ہے کہ انگریزی پروفیسر صاحب کے پاس سیکھنے والوں کو یہ نادان سنی علما بھی کہہ رہے ہیں اور پھر اُن کے ایمان وعقیدے کو کمزور اور ضعیف ہونے کی بات بھی بتلارہے ہیں۔ کیا کوئی سنی عالم عقیدہ وایمان میں اتنا کمزور ہے کہ وہ ایک پروفیسر سے انگریزی سیکھ لے یا مخلوط درس میں بیٹھ جائے تو اس کا عقیدہ ختم ہوجائے۔ یہ تو بذات خود اپنے علما کی توہین ہے اور ان کے علم وعقیدے پر تہمت لگانا ہے۔ آپ کو تو اپنے علمائے دین کے ساتھ حسنِ عقیدت واحترام اور حسن نیت وگمان رکھنا چاہیے کہ سنی علما جہاں بھی جائیں گے اور جن سے بھی ملیں گے تو اپنے علم واخلاق سے انشاء اللہ تعالیٰ بدعقیدگی وبدعملی کی اصلاح فرمائیں گے نہ کہ خود معاذاللہ بدعقیدہ وبدعمل ہوجائیں گے۔ بدگمانی عام مومنین کے ساتھ بھی روا نہیں چہ جائے کہ کوئی اپنے مذہبی پیشوائوں اور مساجد اہلسنت کے ائمہ کرام کے ساتھ بدگمانی وبدنیتی کا مظاہرہ کرے۔ افسوس ایسی سوچ پر! ساء مایحکمون! بیشک اِنَّ بعضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کا یہ نتیجہ ہے۔ ان کو سوچنا چاہیے کہ ہندوستان میں جب مسلمان داخل ہوئے تو کیا یہاں سب مسلمان تھے؟ یہاں خدا بیزاری عام تھی اور کفر وشرک کا ہر چہار جانب بول بالا تھا۔ اگر آنے والے مسلمان ان سے نہ ملتے اور انہیں اپنے قریب نہ کرتے تو کیا اسلام کے پھیلنے کی کوئی گنجائش یہاں ممکن ہوسکتی تھی؟ حیرت وافسوس ہے ایسے کوتاہ فہم ودماغ اور ضعیف الاعتقاد ومحروم الاخلاق ونام نہاد لوگوں پر جو کسی کو متاثر تو نہیں کرسکتے البتہ ہر کس وناکس کے اختلاط سے خود متاثر ہوجاتے ہیں اور پھر دوسروں کو بھی اپنی طرح سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ ہمیں اپنے سنی علما پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ جہاں بھی جائیں گے تو اپنے علم واخلاق، اپنی ایمانی بصیرت اور مومنانہ فراست سے اپنے مخاطبین پر عمدہ اثر چھوڑ کر آئیں گے۔

حصولِ علم وتعلیم اور درس وتدریس کے حوالے سے ایسی بچکانہ سوچ اور طفلانہ فکر پر جتنا حیرت وافسوس کیا جائے کم ہے۔ آپ کے ذکرکردہ سوشل میڈیا پر فتوی ڈالنے والے مُسْتَغْنِی عَنِ الْعقلِ وَالْاَخْلاقِ معلوم ہوتے ہیں۔ اگر ان کی نیت میں خیریت ہوتی تو یہ پہلے اپنے ذمہ دار علما سے رابطہ کرتے اور رائے مشورہ کرتے نہ یہ کہ شر کرتے اور شر پھیلاتے اور آیت کریمہ: اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ (النور ۲۴ آیت ۱۹) (ترجمہ! وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچہ پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو) کی روشنی میں برائی کا چرچہ کرنے کے مرتکب ومجرم قرار پاتے۔ بیشک یہ سب سنی علما پر تہمت لگانے اور ان کی توہین کرنے کے مجرم ہیں۔ یہ سب توبہ کریں اور اپنے قلب ودماغ اور اپنی فکر ونظر کی اصلاح کریں اور مسلمانوں سے بدگمانی اور سنی علما کے تیں حسد و بدخیالی اور ان کی غیبت وبے ادبی سے فوراً باز آئیں۔ امام اہل سنت اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں عالم کو اس لیے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد نہم ص ۱۴۰ کتاب الحضر والاباحۃ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اور ہمیں سب کو ہدایت دے کہ ہم سب اسلام واہل سنت پر قائم رہتے ہوئے ملک وملت کی تعمیر وترقی میں مثبت کردار ادا کریں، ایک دوسرے کے خلاف شرانگیزی وشرکلی سے باز آئیں اور مسلم معاشرے کو، ملک وملت کو اور شہروں کو ہر طرح کے فساد وبدامنی سے محفوظ رکھیں۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزت بدامنی پھیلانے والوں اور بستیوں میں فساد پھیلانے والوں کی مذمت بیان فرماتا ہے:

الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾

(الفجر ۸۹ آیت ۱۲)

جنھوں نے شہروں میں سرکشی کی پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔

وماتوفیقی الا باللہ العلیم الخبیر والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ سید الا برار والاخیار الذی انزل علیہ القرآن وعلمہ البیان والعلوم والاسرار مما یکون وماکان!

☆☆☆☆

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

قادیانی سے متعلق فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماے کرام و مفتیان عظام اس مسئلے میں کہ قادیانی جو "مرزا غلام احمد قادیانی" کو مسیح موعود اور صاحب وحی و الہام نبی مانتے ہیں، اسلام کا دعوی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں، نیز منظم ہو کر منصوبہ بند طریقے سے اپنے مذہب کا پرچار کرتے ہیں شریعت اسلامیہ کا ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مستفتی: محمد علیم الدین بیپرا، مدھوپور، ضلع دیوگھر، جھارکھنڈ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانی فرقہ کے لوگ حضور سیّدُالانبیا، خاتم النبیین ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی نہیں مانتے، اور غلام احمد قادیانی کو موجودہ دور کا نبی مانتے اور اسے حضرت سیّدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام سے افضل و بہتر قرار دیتے ہیں اور یہ ساری باتیں اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف اور خالص کفر ہیں، اس لیے باجماع امت یہ فرقہ اسلام سے خارج ہے، علماے عرب و عجم و حل و حرم نے غلام احمد قادیانی کے بارے میں یہ فتویٰ جاری کیا: مَنْ شكّ في كفره، و عذابهٖ فقد كفَرَ. جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے تو جو اسے نبی یا ولی یا معمولی درجے کا مسلمان بھی مانے وہ بھی اسی کے مانند ہے اس لیے یہ فرقہ اپنے آپ کو کچھ بھی کہے مگر مسلمان نہیں، فقہاے اسلام نے صراحت فرمائی ہے کہ جو حضور سید عالم ﷺ کو آخری نبی نہ مانے وہ اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہے۔ اس فرقہ کے کفریات زیادہ ہیں جن کا ذکر فتاوی رضویہ جلد ۶، اور کتاب "قادیانی مذہب" وغیرہ میں ہے، ہم یہاں ان کے صرف ایک عقیدہ: "انکار ختم نبوت" پر روشنی ڈالتے ہیں، یہ عقیدہ کتابُ اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہے اور اس کا انکار کتاب و سنت و اجماع امت کا انکار ہے جو کھلا کفر ہے۔ جیسا کہ ذیل کے نصوص سے عیاں ہو گا۔

اللہ عزّ و جلّ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (القرآن الحكيم، سورة الأحزاب: ٣٣، الآية: ٤٠)

ترجمہ: محمد تمھارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم و پچھلے ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک ساری امت مسلمہ نے اس آیۂ کریمہ کا معنیٰ یہی سمجھا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں میں سب سے آخری اور پچھلے نبی و رسول ہیں۔

اسی معنیٰ ظاہر پر سب کا اجماع ہے اور یہ ضروریاتِ دین سے ہے جس میں کوئی تاویل یا تخصیص مسموع نہیں۔ چناں چہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إنّ الأُمّة فهمت بالإجماع مِن هٰذا اللفظِ ومن قرائنِ أحواله أنّهُ أفْهَمَ عدمَ نبيّ بعدَهٗ أبدًا، و عدم رسولٍ بعدهٗ أبدًا، و أنّهٗ ليس فيه تأويلٌ و لا تخصيص فمُنكر هذا لا يكون إلا منكر الإجماع، إھ. (الاقتصاد في الاعتقاد للإمام الغزالي رحمه الله تعالى، ص: ١٣٧، طبعة دار الكتب العلمية، بيروت)

فَمَنْ أَوَّلَهٗ بتخصيصٍ فكلامُه من أنواع الهذيان، لايَمْنعُ الحكمَ بتكفيرهٖ، لأنّه مُكَذِّبٌ لهٰذا النّصّ الذِي أجمعت الأمة على أنّهٗ غيرُ مؤوّلٍ وّ لا مخصوص. اهـ (الاقتصاد في الاعتقاد للإمام الغزالي ص: ١٣٧، طبعة دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: تمام امت مرحومہ نے لفظ "خاتَم النبیین" کا معنی بالاجماع یہی سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ اس کے رسول محمد ﷺ کے بعد کبھی کوئی نبی ہو گا، نہ کبھی کوئی رسول۔ ساتھ ہی ساری امت نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں تو اس کا منکر اجماع کا منکر ہو گا (اقتصاد)۔ تو جو شخص لفظ خاتَم النبیّین کو عموم و استغراق سے پھیر کر اس میں کوئی تخصیص کرے تو اس کا یہ کلام ہذیان و بکواس ہو گا، اور ایسی تاویل یا تخصیص اس کی تکفیر

سے مانع نہ ہوگی، کیوں کہ وہ اس نص قرآنی کو جھٹلا رہا ہے جس کے بارے میں اجماعِ امت ہے کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں۔

خود حضور سید عالم ﷺ نے لفظ "خاتم النبیین" کا معنیٰ "آخری نبی" سمجھا جس کا ذکر آپ نے کثیر احادیث میں فرمایا ہے۔

(۱) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلاَثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي».حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (جامع الترمذي ج: ۲، ص: ٤٥، أبواب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى تخرج نار. مجلس البركات.)

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب میری امت میں تیس کذاب ظاہر ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ وہ نبی ہے حالاں کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(۲) عن حذيفة أن نبي الله ﷺ قال: في أمتي كذابون ودجّالون سبعة وعشرون منهم أربع نسوة وإني خاتم النبيين لا نبي بعدي. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص:۱۷۳۵، مسند الأنصار، رقم الحديث: ۲۳۷۵۰، بيت الأفكار الدولية للنشر)

ترجمہ: "حضرت حُذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا، میری امت میں ستائیس کذّاب و دجّال ہوں گے، ان میں سے چار عورتیں ہوں گی۔ اور میں تمام نبیوں کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

ان دجّالوں میں سے کچھ ظاہر ہو چکے اور کچھ باقی ہیں، مگر جو بھی ظاہر ہوئے امت نے انھیں کافر قرار دیا، اور جو نکلیں گے ان کی بھی تکفیر ہوگی کیوں کہ یہ سارے مدعیان نبوت ارشاد خداوندی "وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کو جھٹلانے کے مرتکب ہیں۔

(۳) حضرت حُذیفہ بن اَسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

قالَ رسولُ الله ﷺ وسلم: ذَهَبَتِ النبوّة ، فلا نبوّةَ بعدي، إلّا المُبَشِّرات.

(المعجم الكبير للطبراني ج: ۳، ص: ۲۰۰، قاهره.)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نبوت چلی گئی تو میرے بعد دوسرے کے لیے کوئی نبوت نہیں، ہاں مُبشّرات (سچے خواب) باقی ہیں۔

یہ احادیث کریمہ شاہد عدل ہیں کہ حضور سید کائنات علیہ أفضل الصلوات و أزکی التسلیمات کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا، لہٰذا حضور کے بعد نہ کسی کو نبوت یا رسالت ملے گی، نہ کوئی نیا نبی یا رسول ظاہر ہوگا۔

حضور نبی رحمت ﷺ نے اس حقیقت کو ایک مثال محسوس کے ذریعہ بھی امت کے اذہان میں اتارا، اور انھیں اپنے آخری نبی ہونے کا بخوبی یقین دلایا ہے جیسا کہ یہ حدیث شاہد ہے۔

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -رضى الله عنه- أَنَّ رَسُولَ اللهِ -ﷺ- قَالَ« إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ ، إِلاَّ مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ، وَيَقُولُونَ هَلاَّ وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ ، وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور پہلے کے انبیا کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی اچھا اور خوبصورت گھر تعمیر کیا مگر کسی گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رکھی، لوگ اس عمارت کو دیکھنے کے لیے اس کے گرد چکر لگاتے اور اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ "وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں"۔

یہ حدیث حسن، صحیح، غریب ہے۔ (جامع الترمذی، ج: ۲، ص: ۲۰۱)

اس حدیث میں ہادی عالم، حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک بہت ہی واضح اور محسوس مثال دے کر ہر عام و خاص پر یہ روشن فرما دیا کہ آپ تمام نبیوں و رسولوں میں سب سے آخری نبی و رسول ہیں۔

جیسے کسی شاندار محل میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو، جب اس جگہ میں وہ اینٹ چُن دی جائے تو وہ محل کامل ہو جاتا ہے، اور اس میں کوئی اور اینٹ رکھنا ممکن نہیں ہوتا کہ جو کچھ امکان تھا اس آخری اینٹ نے ختم کر دیا۔

ویسے ہی حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہم الصلاۃ والسلام اور حضور سید کائنات جناب محمد رسول اللہ ص ﷺ کا حال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ظہور تک نبوت کے عظیم الشان محل

میں صرف ایک نبی کی جگہ خالی رہ گئی تھی جو رسولوں کے سردار اور نبیوں کے تاجدار، محمد رسول اللہ ﷺ کے ظہور قدسی سے پوری ہو گئی اور وہ عظیم الشان محل اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ مکمل ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے اس مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ جیسے اُس محسوس محل میں آخری اینٹ بھر دینے کے بعد وہاں کوئی اور اینٹ رکھنا ممکن نہیں رہ جاتا، ویسے ہی نبیوں و رسولوں کے اس محل میں سرکار دو عالم ﷺ کے ظہور قدسی کے بعد کسی اور نبی کا آنا ممکن نہ رہا۔

تو آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔

⑤ حدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قُلْتُ لِابْنِ أَبِي أَوْفَى: رَأَيْتَ إِبْرَاهِيمَ ابْنَ النَّبِيِّ - ﷺ؟ قَالَ: مَاتَ صَغِيرًا ، وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ - ﷺ - نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ ، وَلَكِنْ لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ .(صحيح البخاری، ج: ۱، ص: ۵۰۱، باب خاتم النبيين، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك فور. ، صحيح مسلم ، ج: ۲، ص: ۲۴۸، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك پور)

حضرت اسماعیل بن ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ بچپن میں فوت ہو گئے اور اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی ہونا مقدر ہوتا تو حضور کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ رہتے، لیکن حضور کے بعد کوئی نبی نہیں۔

مسلمان وہی ہے جو قرآن و حدیث کو مانے، لیکن غلام احمد قادیانی نے اس کے بر خلاف دعویٰ کر دیا کہ وہ خود نبی ہے لہٰذا وہ اسلام سے نکل گیا، اب جو کوئی اسے نبی مانے یا صرف ولی مانے بلکہ صرف مسلمان بھی مانے وہ مسلمان نہیں، اسلام سے اس کا کوئی رشتہ نہیں، اس کا مذہب الگ اور ہم مسلمانوں کا مذہب الگ۔ ہم اس مقام پر مجدد اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ و الرضوان کے فتوے کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں اس سے قادیانی فرقے کا حکم واضح ہو کر سامنے آجائے گا، آپ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ و علیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیہ کریمہ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ و حدیث متواتر: "لانبی بعدی" سے تمام امتِ مرحومہ نے سلفاً و خلفاً یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس ﷺ بلا تخصیص تمام انبیا میں آخری نبی ہوئے حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔

فتاویٰ یتیمۃ الدہر و اشباہ والنظائر و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

إذا لم يعرف الرجل أن محمّدا ﷺ اٰخر الانبياء فليس بمسلم؛ لأنه من الضروريات. جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد ﷺ تمام انبیا میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیا ہونا ضروریات دین سے ہے۔

شفا شریف امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے:

كذلك يكفر من ادّعى نبوة أحد مع نبينا ﷺ أو بعده (إلى قوله) فهٰؤلاء كلهم كفار مكذبون للنبي ﷺ لأنه ﷺ أخبر أنه خاتم النبيين ولانبي بعده، وأخبر عن الله تعالىٰ أنه خاتم النبيين، وأنه أرسل كافة للناس، و أجمعت الأمة على أن هذا الكلام على ظاهره و أن مفهومه المراد منه دون تأويل ولاتخصيص ، فلا شك فى كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعا إجماعا وسمعا.

یعنی جو ہمارے نبی ﷺ کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی ﷺ کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی ﷺ نے خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور حضور کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ عزّو جلّ نے خبر دی کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا ورسول کی مراد ہے، نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص۔ تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت و بحکم قرآن و حدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

[فتاوی رضویہ ج:۶، ص:۵۷، سنی دار الاشاعت، مبارک پور]

مسلمان ایسے لوگوں سے دور رہیں، نہ ان سے قریب ہوں، نہ انھیں قریب کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ☆☆☆

آئیے اپنے وقت کا محاسبہ کریں

مولانا محمد رفیق مصباحی شیرانی

وَ ذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤمِنِیْنَ (الذاریات: ۵۵)

ہر انسان کی زندگی میں وقت بہت اہمیت کا حامل ہے، جس کی قدر و پابندی کرنے والا آدمی ہمیشہ خوش حال اور کامیاب رہتا ہے، سکھ وچین کے لمحات اس کے گرد طواف کرتے نظر آتے ہیں ۔

اس کے لمحات واوقات کے بارے میں ہمیشہ حکما نے کہا ہے کہ یہ تلوار کی مانند ہے اگر تم نے اسے نہیں کاٹا تو یہ تمھیں کاٹ کر رکھ دے گا، یہ بھی کہا: "قتل الوقت قتل الحیاۃ" یعنی وقت کا قتل (برباد) کرنا زندگی کا خون کرنا ہے۔

مگر ایک طالب علم کی زندگی میں اس کی اہمیت کچھ زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے بلکہ اس کی کامیابی کی کنجی ہی وقت کا صحیح استعمال کرنا ہے، اگر وہ اپنے تھوڑے سے وقت کی بھی قدر کرنا سیکھ گیا تو اس کے حیرت انگیز نتائج سامنے آئیں گے، جیسا کہ احمد امین نے کہا ہے:

"قلیل من الزمن یخصص کل یوم لشئ معین یغیر مجری الحیاۃ ویجعلھا افضل ممانظن وارق مما نتخیل."

یعنی تھوڑا سا وقت جو روزانہ کسی معین چیز کے لیے خاص کر لیا جائے تو یہ ہماری زندگی میں اتنا حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گا جس کا ہمیں وہم و گمان بھی نہیں

علی طنطاوی نے بڑی پتے کی بات کہی ہے جس پر ہر طالب علم کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے، وہ کہتے ہیں کہ:

"اگر طالب علم ہفتہ میں ایک دن حضور ذہنی اور دلجمعی کے ساتھ منہمک و مشغول ہو کر پڑھ لے، جس طرح امتحان کی شب میں مطالعہ کرتا ہے تب بھی وہ اپنے وقت کا علامہ بن سکتا ہے۔"

مگر افسوس! کہ ہفتہ میں تو کیا مہینے میں بھی یہ دن نہیں آتا۔

آپ کامیاب لوگوں کی زندگی کا جائزہ لیجیے سب میں ایک چیز مشترک نظر آئے گی وہ ہے وقت کی پابندی۔ اگر معلم متعلّم، امام، مؤذن، مقتدی، تاجر، ملازم، معمار، مزدور، ماسٹر، ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ اپنے وقت کا محاسبہ کرنے لگ جائے کہ اس کا دن، ہفتہ، مہینہ، چھ مہینے، سال کس چیز میں گزرا؟ کتنا علمی اضافہ ہوا؟ تحریر و تقریر میں کتنا نکھار آیا؟ حدیث و تفسیر، فقہ و ادب، تاریخ و سیرت کا مطالعہ کس قدر ہوا ہے؟ پہلے کے مقابلے میں نیا کیا اور کتنا سیکھا ہے؟ طاعت الٰہی میں کتنا وقت صرف ہوا اور معصیت میں کتنا ضائع کیا؟

اس طرح اگر وہ خود احتسابی کی عادت بنالے کہ اس نے اپنے فرصت کے اوقات میں کیا کیا؟ تو یہ یقیناً کسی بھی بے حس و مردہ ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہوگا، بلکہ ہر طالب علم کو ہفتہ، مہینہ، تین مہینے میں ایک "یوم حساب" کے نام سے دن مقرر کرنا چاہیے جس میں بیٹھ کر سنجیدگی سے اپنے بیتے ایام اور گزرے اوقات کا محاسبہ کر کے ایک کامیاب زندگی کا آغاز کرے اگر یہی سوچ اور عادت سب کی بن جائے تو ہر صغیر و کبیر کا جمود و تعطل ختم ہو سکتا ہے ورنہ تو اس امت کا اللہ ہی محافظ و نگہبان ہے۔

مشاہدہ تو یہ بتاتا ہے کہ وقت کا محاسبہ کرنا تو دور کی بات، ہم نے خود اپنی بربادی کا سامان پیدا کر لیا ہے، یعنی ٹائم پاسنگ اور وقت گزاری کے ذرائع بنا لیے ہیں، بلفظ دیگر وقت کا خون کرنے کے لیے، بیٹھکیں، بزمیں، مجلسیں سجا رکھی ہیں، جہاں دیر رات تک بیٹھ کر خوب گپ شپ، جھوٹ، چغلی، غیبت، ٹھٹھا و قہقہہ اور اخلاق سوز باتوں سے مجلسیں گرم رہتی ہیں۔

جب کہ رات کو آرام و سکون کے لیے بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" جَعَلَ الَّیلَ سَکَنًا "(انعام: آیت ۹۶)

یعنی اس نے رات چین و سکون کے لیے بنائی۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"وَجَعَلنَا الَّیلَ لِبَاسًا۔"(سورہ نبا: آیت ۱۰)

استاذ: دار العلوم فیضان اشرف باسنی ناگور راجستھان

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ لباس سے مراد سکون ہے اب معنی ہو جائے گا کہ ہم نے رات کو سکون کے لیے بنایا۔

علاوہ ازیں دیر رات تک شب بیداری کرکے ہم اپنے رب، اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کی حقوق تلفیوں میں گرفتار ہوتے ہیں، حضرت ابوجحیفہ سے مروی ہے:

ان لربك عليك حقا وان لنفسك عليك حقا ولا هلك عليك حقا فاعط كل ذی حق حقه.

(بخاری شریف،کتاب الادب، باب التكلف فی صنع الطعام للضيف، ج:۲،ص:۹۰۶)

بے شک تجھ پر تیرے رب، نفس اور اہل وعیال کا حق ہے، لہذا ہر حق دار کا حق ادا کرو۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلاً .

(سورہ دھر، آیت نمبر۲۹)

ترجمہ: یہ نصیحت ہے، جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

اور دنیاوی نقصان تو جگ ظاہر ہے کہ جب ہماری ننھی کلیاں (چھوٹے بچے) بڑوں کے اس طرح کے حالات دیکھیں گے تو کھلنے سے پہلے ہی مرجھا جائیں گے، یعنی وہ بچے جو کسی مدرسہ، اسکول، کالج، یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں، وہ جب اپنے گرد وپیش میں لذیذ و پر لطف مجالس، مذاق ومستی کا شور وہنگامہ برپا ہوتا دیکھیں گے تو کیا ایسی حالت میں وہ سیلف اسٹڈی کریں گے، یا کوئی بھی گارزن انھیں مطالعہ کرنے کی تاکید کرسکتا ہے جو خود دیر رات تک بیٹھ کر اپنا قیمتی سرمایہ (وقت) ضائع کرتا ہے۔ گویا خود لاشعوری طور پر اپنے بچوں کا مستقبل تاریک کررہے ہیں۔ ویسے بھی ہماری تعلیمی، اقتصادی پسماندگی کے ہر طبقے میں چرچے ہیں، بچی کھچی کسر ان بیٹھکوں، کلبوں، بزموں سے پوری ہوگئی۔

جب کہ احادیث کریمہ میں بعد عشا قصہ گوئی وغیرہ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ دیکھیے "ترمذی شریف"، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ النوم قبل العشاء والسمر بعدھا، ج:اول، ص:۴۲۔

فرمان رب العزت ہے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ ۔(سورہ فاطر، آیت :۳۷)

ترجمہ: کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا۔

آج عام طور پر ہر فرد اپنا قیمتی وقت اور زندگی کا عظیم سرمایہ، فضولیات میں گنوا رہا ہے، بوڑھا، بچہ، جوان، مرد، عورت، ہر کسی کے ہاتھ میں انڈروائیڈ اور اسمارٹ فون ہے، کوئی گیمس میں مصروف ہے تو کوئی فلم بینی میں، کوئی کھیل تماشوں میں مگن ہے تو کوئی عریاں وفحش مناظر وسیریل دیکھنے میں مستغرق۔

یاد رکھیے! ہمارا ایک ایک پل ولمحہ ریکارڈ ہو رہا ہے، جو بھی وقت گزر رہا ہے اور اس کے اندر ہم نے جو بھی کیا ہے یا نہ کیا ہے اس کے بارے میں ہم سے حساب لیا جائے گا۔ اس وقت ہمارے پاس کیا جواب ہوگا

آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لاتزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسال عن أربع خصال، عن عمره فيما افناه وعن شبابه فيما ابلاه، وعن ماله من اين اكتسبه وفيماانفقه، وعن علم ماذا عمل فيه .

(جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب فی شان الحساب والقصاص، ج:۲، ص:۶۷)

یعنی بروز قیامت کسی بھی بندے کا قدم اپنی جگہ سے ادو وقت تک نہیں ہٹ سکتا جب تک کہ چار خصلتوں کے بارے میں اس سے نہ پوچھ لیا جائے اور ان کا حساب نہ لے لیا جائے:

(۱) عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں گنوائی؟

(۲) جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں بوسیدہ کیا؟

(۳) مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

(۴) علم کے بارے میں کہ اس پر کس حد تک عمل کیا؟

ہمیں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنے کی ضرورت ہے کیا ہم ان چیزوں کا حساب دینے کے لائق ہیں؟

ذکر الٰہی سے خالی مجلس پر افسوس:

زندگی کا ایک ایک لمحہ اس قدر قیمتی ہے کہ اہل جنت کو جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی ان بے فائدہ بیتے لمحات پر حسرت وافسوس ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

ماقعد قوم مقعدا لايذكرون الله عزوجل ولا

یصلون علی النبی (ﷺ) الا کان علیهم حسرة یوم القیامة وان دخلوا الجنة للثواب.

(مسند احمد، حدیث نمبر ۱۰۲۲۵،کنزالعمال،کتاب السلام وفضائله، حق المجالس والجلوس حدیث نمبر ۲۵٤٥٤

جو لوگ کسی ایسی جگہ میں بیٹھیں، جس میں نہ وہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ آقا علیہ السلام پر درود و سلام کے گلدستے پیش کریں تو بروز قیامت وہ مجلس ثواب کی کمی کی وجہ سے ان کے لیے حسرت وافسوس کا سبب بنے گی، اگرچہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔

ٹال مٹول:

ٹال مٹول کرنا اور آج کا کام کل پر ڈالنا یہ وقت اور عمر کو برباد کرنے والی بلا ہے، ہر چیز یعنی لکھنے، پڑھنے، یا کوئی بھی کام کرنے میں ہماری یہی عادت بنی ہوئی ہے کہ "چھوڑو کل کرلیں گے"، "چلو کل پڑھ لیں گے"، "کل دیکھ لیں گے"۔

سچ پوچھیں تو ہماری ناکامی و نامرادی کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم ہر چیز کو کل پر ڈالتے رہتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ کل ہماری زندگی میں کبھی نہیں آتا اور ناکام کے ناکام رہ جاتے ہیں۔

کاش! اپنے کاموں کو کل پر ڈالنے کے عادی نہ ہوتے اور یہ ذہن بنا لیتے کہ آج کا کام آج ہی کرنا ہے، کل پر نہیں ڈالنا ہے، تو یقیناً ہم کامیاب و کامران و بامراد ہوتے۔

اگر آپ اپنے مقصد کے حصول میں سنجیدہ ہیں تو جلی حروف (بڑے حروف) میں یہ تحریر لکھ کر دیوار پر آویزاں کیجیے۔

"لاتوجل عمل الیوم الی غد"

یعنی آج کا کام کل پر نہ ڈال۔

اگر اس پر عمل ہو گیا تو یوں سمجھ لو کہ کامیابی کا راز مل گیا بلکہ یہ ایک ایسے خزانے کی کنجی ملی ہے، جس میں مال بھی ہے، علم بھی ہے، عزت بھی، شہرت بھی، خوشی بھی، کامیابی بھی اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ۔ آج ہر شخص کے پاس وقت ہے جتنا وقت ایک امیر کو ملتا ہے اتنا فقیر کو بھی۔ مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمیں وقت کو صحیح طور پر استعمال کرنا نہیں آیا، اگر ہم یہ عزم کرلیں کہ وقت کو ضائع نہیں کریں گے، بیکار نہیں بیٹھیں گے، ایک ایک منٹ کی قدر کریں گے تو تنگی وقت کے سارے گلے شکوے ہی ختم ہو جائیں...

"فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟"

ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ (سورہ قمر آیت نمبر ۱۵)

ناقص مشورہ:

چلتے چلتے ناچیز راقم الحروف (محمد رفیق مصباحی شیرانی) کا ناقص مشورہ بھی قبول فرمالیں، خاص طور پر طلبائے مدارس کے لیے مفید ہوگا، آج ایک طالب علم یومیہ کم سے کم دس روپے کھانے، پینے، چائے نوشی اور پان خوری وغیرہ میں خرچ کر دیتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تو ان کے لیے....

مشورہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایک گلہ خرید کر اپنے پاس رکھ لیں (طلبہ کی تخصیص نہیں کوئی بھی ایسا کر سکتا ہے) تو وہ دس روپے خرچ کرنے کے بجائے نو روپے خرچ کریں اور ایک روپیہ گلّے میں برائے تعلیم ڈالیں، بچت کھاتا کے طور پر اس طرح ایک ہفتہ میں آپ کے گلے میں آٹھ روپے ہو جائیں گے، جن سے آپ کوئی کتابچہ یا رسالہ خریدلیں سب سے بہتر تو یہ ہے کہ آپ دعوت اسلامی کا رسالہ خریدیں، ان کے ہر عنوان و موضوع پر اچھے اچھے رسالے دستیاب رہتے ہیں جو ۶، ۷ روپے کی معمولی قیمت میں مل جاتے ہیں، آپ انھیں اپنے ساتھ رکھیں حتیٰ کہ کلاس میں بھی جب بھی موقع ملے اس کا مطالعہ کرتے رہو اور ضرورتاً انڈر لائن کرتے رہو، پھر آئندہ دوسرا رسالہ خریدلیں، اس طرح ایک ایک روپے جمع کرنے اور ہفتہ واری رسالہ خریدنے کے عادی بن جائیں، جس سے وقت کی قدر، وسعت مطالعہ، علمی ذخیرہ ہونے کے ساتھ بہت سے رسالے آپ کے پاس جمع ہو جائیں گے...

جن کو آپ ایک ساتھ نہیں خرید سکتے اگر خرید بھی لیا تو پڑھ نہیں پائیں گے اور نہ ایک ساتھ پڑھنے کے لیے اتنا وقت ملے گا، کیونکہ آپ کی ہر اگلی گھڑی پچھلی گھڑی سے مصروف تر ہے تو پھر وقت کہاں؟

ان هذه تذکرة

☆☆☆

شعاعیں

اسلام میں حقوق انسانی کا تصور

مولانا محسن رضا ضیائی

"**اسلام میں حقوق انسانی کا تصور**" ایک خوبصورت عنوان اور چند لفظوں کی حسین ودلکش تعبیر ہے، جس کے ذہن ودماغ میں آتے ہی بے شمار خیالات وتصورات ابھر کر سامنے آجاتے ہیں اور بالفور ذہن اسلام کے اس آفاقی اور عالم گیر نظام وضابطے کی طرف منتقل ہوجاتا ہے جس نے بلاتفریقِ رنگ ونسل، مذہب وملت اور ذات پات ہر طرح کے حقوق کا یکساں اور مساوانہ قانون تشکیل دیا۔ یہی وجہ ہے کے اسلام کے دامن میں پناہ لینے والے حقوق کے معاملے میں دنیا کے تمام مذاہب کے مقابلے اسلام کو سب میں بہتر واکمل پاتے ہیں۔ گویا اسلام میں حقوق انسانی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، اور کسی بھی طرح کی کوئی تفریق روا نہیں رکھی گئی ہے۔

اگر حقوق کی بات کی جائے تو ان میں ہر طرح کے حقوق شامل ہیں مثلاً: ملکی ومذہبی حقوق، سماجی ومعاشرتی حقوق، والدین کے حقوق، بچوں کے حقوق، مردوں کے حقوق، عورتوں کے حقوق، بڑوں اور بزرگوں کے حقوق، پڑوسیوں، ہمسایوں اور قریبی رشتہ داروں کے حقوق اور ان کے علاوہ بھی بہت سے حقوق ہیں جن کا اسلام میں یکساں اور مساوانہ طور پر تصور اور ذکر ملتا ہے۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ چند حقوق کو پیش کررہے ہیں، جن سے یہ واضح ہوجائے گا کہ اسلام نے جملہ شعبہ ہائے حیات میں انسانی حقوق کا بے مثال قانون تشکیل دیا ہے، جو قیامت تک آنے والی پوری دنیا کے لیے راہ نما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

ملکی و مذہبی حقوق: اسلام نے دیگر مذاہب وادیان اور اپنے ماننے والوں کے درمیان خاص طور پر جو نظام قائم ورائج کیا ہے، "وہ ملکی ومذہبی آزادی" ہے، جس کا تصور آج کے جمہوری اور ترقی یافتہ غیر اسلامی ممالک میں نہیں ملتا ہے۔ اسلام کا یہ ایک ایسا نظام ہے جس نے بلا لحاظ مذہب وملت سب کو یکساں ممالک اسلامیہ میں سکونت وشہریت اور حقوق وفرائض فراہم کیا ہے۔ وہ جس طرح چاہیں اپنے مذہبی امور ومعاملات، احکام وعبادات اور اقدار وروایات کو بہتر انداز اور احسن طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں، ان پر اسلام کی جانب سے کسی بھی طرح کی کوئی قید وبندش نہیں ہے۔ اس کی ایک واضح مثال "میثاقِ مدینہ" ہے کہ جب اللہ کے پیارے رسول ﷺ مکہ شریف سے ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی آمد سے وہاں لوگ جوق در جوق دامن اسلام سے وابستہ ہونے لگے، یہاں تک کہ مدینہ شریف میں اسلام کا غلبہ وتسلط قائم ہوگیا، اب جو ایمان لائے اور جو ایمان نہ لائے وہ سب مدینۃ الرسول کی خوش گوار فضاؤں میں اطمینان وسکون کی سانسیں لے کر زندگی کے شب وروز میں مشغول ہوگیے، سب کو یکساں حقوق دیے گیے، حالاں کہ ان شہریوں میں مسلمانوں کے علاوہ ایک بڑی تعداد عیسائی، یہودی اور کفار ومشرکین کی بھی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو جمیع عالم کے لیے منصف، عادل، حاکم صاف گو اور فلاح امت کا داعی بناکر اس خاک دان گیتی پر مبعوث فرمایا تھا، یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ آپ کے نافذ کردہ نظام حکومت میں حقوق کی پامالی اور حق تلفی ہو اور انسانوں کے درمیان سے عدل وانصاف اور حقوق وفرائض کا جنازہ اٹھ جائے۔ لہذا اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے مدینہ شریف کے تمام مذاہب کے باشندوں کے درمیان ایک تحریری معاہدہ پیش فرمایا، جس میں کل ۵۳/ دفعات شامل تھیں، جس میں خاص طور پر تمام مذاہب وادیان کے متبعین کے لیے ملکی ومذہبی آزادی کے دفعہ کو شامل کیا گیا۔ یہ منشور تاریخ اسلام میں "میثاقِ مدینہ" یا "منشور مدینہ" سے مشہور ہے۔

چودہ صدیاں گزر گئیں، لیکن آج بھی اسلام کا یہ قانون ونظام پوری دنیا کے لیے راہ نما اصول اور نمونۂ عمل ثابت ہورہا ہے۔ اس کی اہمیت، ضرورت اور افادیت کو حد درجہ محسوس کیا جارہا ہے۔ بلکہ یہ کہنے میں کوئی دورائے نہیں کہ اسلام نے پوری دنیا کے سامنے ایک بہتر نظامِ مملکت اور موثر دستور العمل کا تصور پیش کیا ہے۔ یقیناً یہ اسلام کے لیے باعث فخر اور دوسروں کے لیے قابلِ تقلید عمل ہے۔

متذکرہ بالا گفتگو سے معلوم ہوا کہ مذہب اسلام میں ہر دین ومذہب اور مختلف رنگ ونسل کے لوگوں کو مساوی طور پر حقوق عطا کیے گیے ہیں۔ لیکن آج کے خود ساختہ جمہوری نظام اور جدید تعلیم وترقی یافتہ ممالک میں جو عوام کے حقوق کی بازیافت کی بات کرتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ خود ان ممالک میں لوگ ہر آئے دن شاہراہوں اور سڑکوں پر آکر اپنے ملکی ومذہبی حقوق کی بازیافت کے لیے لڑائی لڑ رہے ہیں، بے شمار احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں، ان ممالک میں کھلے لفظوں میں حکومت کی مخالفت اور مذمت کی جا رہی ہے، حکومت پر سے عوام کا وثوق واعتماد اٹھتا جا رہا ہے۔ اسی بدنظمی اور حقوق کی پامالی کے سبب حکومتوں کا تختہ بھی پلٹا جا رہا ہے۔ حکومتوں پر حکومتیں بدل رہی ہیں، لیکن ملکی ومذہبی حقوق کے لیے موثر آئین ومنشور موجود نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ وہاں ذات پات، رنگ ونسل اور مذہب وملت کے نام پر عوام کو حقوق وتحفظات دیے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تہذیب وتمدن اور نت نئی ایجادات وترقیات سے آشنا ہونے کے باوجود یہ ممالک حقوق کے معاملے میں اسلام سے کوسوں دور ہیں، جس نے تمام طرح کے امتیازات وتعصبات کو ختم کر کے ایک علاحدہ اور قابلِ تقلید نظام تشکیل دیا۔

سماجی ومعاشرتی حقوق: دیگر حقوق کے ساتھ ساتھ اسلام نے معاشرتی حقوق کی ادائیگی کو بھی یکساں طور پر اپنے پیروکاروں پر لازم کیا ہے۔ اسلام نے معاشرے کے افراد میں اونچ نیچ، ذات پات اور رنگ ونسل کے سارے امتیازات وتعصبات کو ختم کر کے ایک علاحدہ اور پرکشش نظام تخلیق کیا ہے۔ یہاں تک کہ معاشرے کا ہر فرد اسلام کی نظر میں برابر ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب وعقیدہ، قوم وجنس اور بلاد وامصار سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاشرے کا وہ شخص سب سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے جو زہد وتقویٰ، عزت واحترام اور عظمت وبزرگی میں دوسروں پر تفوق وبرتری رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ [الحجرات:۱۳]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اس آیت کریمہ کی توضیح وتفسیر اپنے تاریخی خطبہ حجۃ الوداع میں اس طرح فرمائی:

"اے لوگو! بلا شبہ تم سب کا رب ایک اور باپ بھی ایک ہے، تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہوں۔ اور آدم مٹی سے پیدا کیے گیے تھے۔ سن رکھو! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، نہ ہی کسی گورے کو کالے اور نہ کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ فضیلت اگر ہو سکتی ہے تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہو سکتی ہے۔"

اللہ کے حبیب ﷺ کے اس تاریخی خطبے سے یہ صاف طور پر واضح ہو گیا کہ اسلام میں علاقائیت وعصبیت، وطنیت وقومیت اور نسل وجنس کا کچھ بھی عمل دخل نہیں ہے۔ بلکہ اسلام نے روزِ اول ہی سے اس کے انسداد اور خاتمے پر انتہائی طور پر زور دیا ہے۔

والدین کے حقوق: مذہب اسلام نے والدین کو دنیا کی ایک عظیم نعمت قرار دیا ہے، ان کے وقار وعظمت اور حقوق وفرائض کا ایک ایسا نظام تشکیل دیا، جس کا تصور دیگر مذاہب میں نہیں ملتا۔ قرآن واحادیث میں جابجا والدین کے ساتھ حسن سلوک، تعظیم وتکریم، طاعت وخدمت اور محبت ومودت کا بے مثال درس دیا گیا۔ اسی طرح اولاد پر ان کے حقوق کی ادائیگی کو لازم وضروری قرار دیا گیا، جنہیں کسی بھی صورت صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ چناں چہ قرآن کریم میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب اس طرح دی گئی ہے:

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ [الإسراء:۲۳]

ترجمہ: اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے کہ:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ۔ [لقمان:۱۴]

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پہ کمزوری

جھیلتی رہی اور اسکا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا، آخر میری ہی طرف آنا ہے۔

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے بھی مزید والدین کی اطاعت وفرماں برداری اور حسن سلوک پر زور دیا ہے :"ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے ؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ تیری ماں۔اس نے پوچھا پھر کون ؟نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ تیری ماں۔اس نے پوچھا پھر کون ؟نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ تیری ماں۔اس نے پوچھا پھر کون ؟نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تیرا باپ۔(الصحیح البخاری)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور آپ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی ،آپ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تمھارے ماں باپ زندہ ہیں ؟انہوں نے کہا جی ہاں ،آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان ہی میں جہاد کرو(یعنی ان کی خدمت کرو ،انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرو)۔(الصحیح البخاری)

درج بالا آیات واحادیث بتاتی ہیں کہ اسلام میں والدین کے حقوق کا کس قدر پاس ولحاظ رکھا گیا ہے ،اور اولاد پر ان کے حقوق کو کس طرح لازم قرار دیا گیا ہے اور حقوق ادا نہ کرنے پر دردناک عذاب کی وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں۔

آج ہمارے سماج کا یہ بہت بڑا المیہ ہو گیا ہے کہ اسلام نے جن کی رضا وخوش نودی کو دخولِ جنت کا سبب قرار دیا ہے ،ان کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔بوڑھے ہوجانے پر انہیں گھر سے باہر نکال دیا جاتا ہے ،انہیں طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں۔حالاں کہ اولاد پر تو والدین کے بے شمار احسانات ہوتے ہیں ،وہ بچپن سے لے کر جوانی تک ان کی نشوونما، تعلیم وتربیت اور کامیابی وکامرانی میں ایک اہم اور بنیادی رول ادا کرتے ہیں۔خود بھوکے پیٹ سوجاتے ہیں، لیکن انہیں بھوکا رکھنا گوارہ نہیں کرتے ہیں۔ہر نیک وجائز طریقے سے کماکر ان کی کفالت وپرورش کا گراں بہا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔لہذا اولاد کو بھی چاہیے کہ وہ بڑھاپے میں ان کا سہارا بنیں ،ان کے حقوق وفرائض ادا کرتے رہیں ،ان کی اطاعت وخدمت اور تعظیم وتکریم بجالاتے رہیں ،کیوں کہ اسلام نے جہاں ماں کے بارے میں یہ فرمایا کہ "ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے" وہیں باپ کے بارے میں بھی فرمایا کہ "باپ جنت کے دروازوں میں سے بیچ کا دروازہ ہے"۔لہذا ان دونوں میں سے جن کو بھی پاؤ تو ہر حال میں ان کے حقوق کا بہتر طور پر خیال رکھیں ،اسی میں دنیا وآخرت کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

بوڑھوں اور بزرگوں کے حقوق: اسلام میں سماج ومعاشرے کے بزرگوں کا حد درجہ خیال رکھا گیا ہے، ان کے ساتھ ادب واحترام ،حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے کہ عمر رسیدہ افراد معاشرے کے لیے باعث برکت ورحمت اور قابل عزت وتکریم ہوتے ہیں۔اگر وہ معذور یا کمزور ہوجائے تو ان کی دیکھ بھال کرنا، انہیں سہارا دینا، ہر وقت ان کی مدد میں رہنا اور ان کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھنا یہ اسلام کی آفاقی تعلیمات میں سے ہے ۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے"۔(ترمذی)

اسی طرح کی ایک دوسری حدیث مبارکہ ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا

[سنن الترمذی ۴/۳۲۱]

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کا حق ادا نہیں کرتا

ایک بوڑھا شخص چاہے اس کا تعلق کسی بھی قوم ووطن سے ہو اور کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو، اس کے احترام وادب کرنے کا اسلام حکم دیتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا :"جب تمھارے پاس کسی قوم کا بڑا آدمی آئے تو تم ان کا اکرام کرو"۔(طبرانی)

اور ایک مقام پر بوڑھوں کو چھوٹوں پر ترجیح اور فوقیت دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں، میرے پاس دو آدمی آئے ،ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، تو میں نے چھوٹے کو مسواک پیش کیا، تو مجھ سے کہا گیا، بڑے کو دیجیے !لہذا میں نے وہ مسواک دونوں میں سے جو بڑا تھا اس کے حوالے کر دی"۔(مسلم)

ان تمام احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ اسلام میں بوڑھے حضرات کے حقوق وفرائض ،مراتب ودرجات اور ان کے احترام وادب کو کس قدر ملحوظ رکھا گیا ہے۔اسلام نے عمر رسیدہ اور کمزور وناتواں انسانوں کا حد درجہ خیال رکھا ہے، دنیا کے کسی بھی مذہب میں معمر افراد

کے ساتھ اتنی رعایت نہیں برتی گئی ہے ،جتنی کہ اسلام میں برتی گئی ہے۔ انہیں ہر طرح کے حقوق اور تعظیم و تکریم سے نوازا گیا ہے۔

عورتوں کے حقوق: اسلام میں عورتوں کے حقوق کو بھی بڑے واضح،دل نشیں اور جامع الفاظ میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔اسلام نے جہاں مردوں کو کئی ایک حقوق عطا کیا ہے،وہیں عورتوں کو بھی ان کے برابر حقوق و تحفظات دیا ہے،بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ جتنے حقوق و تحفظات اسلام میں عورتوں کو حاصل ہیں،مردوں کو ان کے عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہیں۔یقیناً عورتوں پر یہ اسلام کا سب سے بڑا احسان ہے ،جس پر انہیں اسلام کا احسان ماننا چاہیے اور جدید افکار و خیالات اور مغربی کلچر میں مزید آزادی کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔آج ہم دیکھ رہے ہیں کچھ مسلم خواتین مغربی تہذیب و تمدن سے متاثر اور ان کے دامِ تزویر میں آکر مزید آزادی کے مطالبات کر رہی ہیں۔انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مغربی ممالک میں آزادیِ نسواں کے نام پر عورتوں کے ساتھ جنسی استحصال اور نفس پرستانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہاں عورتیں فطری اور اخلاقی بندشوں سے یکسر آزاد ہیں۔آج ان لوگوں کو سمجھنا چاہیے جو آزادیِ نسواں کی بات کرتے ہیں اور بات بات میں مغرب کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔مغرب میں عورتیں صرف مردانہ جنسی اشتہا کی تسکین اور تفریحِ طبع کا سامان ہیں۔اس سے زیادہ وہاں عورتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ہوس کے پجاری رات ودن ان کی عصمتیں اور عزتیں تار تار کرتے رہتے ہیں۔جب سے مغرب نے عورتوں کو مردوں کے شانہ بہ شانہ کھڑا کیا ہے ،انہیں گھریلو ذمہ داریوں اور اولاد کی تربیتوں سے آزاد کیا ہے ،تب ہی سے وہ اپنا عورت ہونے کا مقام و منصب کھو بیٹھی ہے۔اسلام ہی واحد ایسا مذہب ہے ،جس نے عورتوں کی عفت وعزت کا پاس ولحاظ رکھا ہے۔انہیں شرعی حدود و قیود میں رہ کر تمام شعبہائے حیات میں بہتر طور پر زندگی گزارنے کا حق دیا ہے۔

یہ بات بھی کسی پر مخفی نہیں ہے کہ آغاز اسلام سے قبل عورتوں کو بے جا ظلم و تشدد اور عدم مساوات کا نشانہ بنایا جاتا تھا،ان کے ازدواجی ،معاشرتی ،خانگی اور ہر طرح کے حقوق سلب کر لیے جاتے تھے ،گویا انہیں معاشرے میں رہنے کا،اپنی بات کہنے کا اور ایک آزاد فضا میں زندگی گزارنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔لیکن جب اسلام کا ورود ہوا تو اس نے عورتوں پر ہر طرح کی ہونے والی حد درجہ زیادتی، حق تلفی اور بے جا ظلم و تشدد پر قدغن لگایا اور خواتین کو پورے طور پر تحفظ فراہم کیا اور ان کے لیے حقوق کا ایک علاحدہ نظام قائم کیا۔اس کے علاوہ اسلام نے عورتوں کو مردوں کے لیے ایک عظیم نعمت بنایا،انسانیت کے بقاودوام کا دار مدار بھی انہیں پر مرکوز رکھا۔یہی نہیں بلکہ انہیں مختلف شکلیں بھی عطا فرمایا۔عورتوں میں سب سے بڑی شکل ماں اور پھر بیوی کی ہے۔عورت کے ایک ماں ہونے کی حیثیت سے حقوق الگ ہیں ،بیوی ہونے کے اعتبار سے اس سے ہٹ کے ہیں ،اسی طرح دادی،نانی خالہ، پھوپھی اور بہن ہونے کی وجہ سے بھی اس کے حقوق وفرائض الگ الگ ہیں۔انسانوں میں سب سے زیادہ محنت کش، متحمل اور صعوبتیں برداشت کرنے والی عورتیں ہی ہوتی ہیں،اسی لیے اسلام نے ان ہی تمام صعوبتوں، مشکلوں اور تکلیفوں کو سامنے رکھتے ہوئے ماں کو سب سے زیادہ حسن سلوک اور حقوق وفرائض کا مستحق قرار دیا ہے ،جو کہ اسلام کا عورتوں بالخصوص ماں پر ایک عظیم احسان ہے۔چناں چہ قرآن کریم میں وارد ہوا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا. [الاحقاف:۱۵]

ترجمہ: ”ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے،اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا،اس کے حمل اٹھانے کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے“۔

اسی طرح حجۃ الوداع کا وہ تاریخی خطبہ بھی عورتوں کے مراتب و مناصب کو کافی اجاگر کرتا ہے جس میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:اے لوگو!تم نے ان کو اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے۔اس کے علاوہ مختلف مواقع پر مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک،ادائے حقوق،اور بہتر معاشرت کی ترغیب دلائی۔آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اولاد کے لیے ماں کی خدمت کا اجر حج و جہاد سے افضل ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ ان کے قدموں کے نیچے جنت ہیں۔مذکورہ آیات و احادیث کی روشنی میں یہ صاف طور پر معلوم ہوا کہ عورتوں کو کتنا عظیم مقام و مرتبہ تفویض کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ کس طرح الفت و محبت ، اخلاص و مروت اور گھریلو و معاشرتی طور پر پیش آنے کی کی تلقین و تاکید کی

بچوں کے حقوق: بچے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں،ساتھ

ساتھ والدین اور افرادِ خاندان کے لیے قابلِ فخر سرمایہ بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ کسی بھی قوم ونسل کا روشن مستقبل بھی ہوتے ہیں، جن کی کامیابی وترقی کا انحصار ودارومدار بچوں ہی پر مرکوز ہوتا ہے۔ گویا ہر لحاظ سے بچے گھر، خاندان اور سماج کے لیے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہیں۔

بہر حال، اسلام نے سماج ومعاشرے کے دیگر طبقات کی طرح انہیں بھی حقوق وتحفظات اور کئی ایک مراعات دے رکھا ہے، تاکہ وہ حقوق ومراعات کا فائدہ اٹھا کر شخصی تعمیر وترقی اور علمی وجاہت وبلندی تک پہنچ سکیں۔ چناں چہ اسلام میں والدین، سرپرست حضرات اور ذمہ داران کے کندھوں پر یہ گوناگوں ذمہ داریاں عائد کی گئی ہے کہ وہ بچوں کی پیدائش سے لے کر جوانی تک نشوونمائی میں اہم کردار ادا کریں۔ ان کی پیدائش کے بعد ان کا اچھا نام رکھیں، صغر سنی ہی سے انہیں اچھے اخلاق وعادات اور افعال وکردار سکھائیں، انہیں دینی، علمی، اخلاقی اور بہتر معاشرتی ماحول میں پروان چڑھائیں۔ ان کی بہتر تعلیم وتربیت اور پرورش وکفالت کا اہتمام وانصرام کریں۔ جب وہ چلنے پھرنے اور بات چیت پر قادر ہوجائیں تو تعلیم وتربیت سے ان کا رشتہ استوار کریں۔ ان کی ہر طرح کی ذہنی، نفسیاتی اور عملی تربیت ونگہ داشت کا بھرپور خیال رکھیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ آج کل والدین اپنی اولاد کی تربیت ونگہ داشت کے تعلق سے انتہائی طور پر غفلت وسستی کا شکار ہیں، جس کی وجہ سے وہ بری عادتوں اور غلط حرکتوں میں ملوث قرار پا رہے ہیں، بڑے ہو کر گھر، خاندان اور سماج ومعاشرے کے لیے ذلت ورسوائی، فساد وبگاڑ اور تباہی وبربادی کا سبب بن رہے ہیں، جن پر والدین کو از حد توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اپنے حقوق کو ادا کرنے سے پہلوتہی کرتے ہیں تو انہیں نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

[صحیح البخاری ۲/ ۵]

یعنی تم میں سے ہر شخص حکمران ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔

اس حدیثِ پاک واضح طور پر بتاتی ہے کہ کہ اگر والدین یا سرپرست حضرات اپنی اولاد یا زیرِ کفالت لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں کسی بھی طرح کی کمی یا سستی کرتے ہیں تو وہ اس کے جواب دہ ہو گے۔ چناں چہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے بچوں کی دینی وعملی تعلیم وتربیت کے لیے کچھ اہم ہدایات عطا فرمائے ہیں، جنہیں یہاں بہ طور نمونہ پیش کیا جارہا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے والدین وسرپرست حضرات کو اپنی اولاد کو نماز کی تاکید کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مروا أولادكم بالصلاة و هم أبناء سبع سنين، و اضربوهم عليها و هم أبناء عشر سنين، و فرقوا بينهم في المضاجع[ابوداؤد، السنن، كتاب الصلاة، باب متي يؤمر الغلام، 1 : 133، رقم : 495]

ترجمہ: اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو، جب وہ سات سال کے ہوجائے اور وہ جب دس سال کے ہوجائے (اور نماز نہ پڑھیں) تو انہیں مارو، اور (دس سال کی عمر میں) انہیں اپنے سے الگ الگ سلاؤ۔

تعظیم وادب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

أكرموا أولادكم وأحسنوا أدبهم. [ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب بر الوالد، ۲ : ۱۲۱۱، رقم : ۳٦٧١]

ترجمہ: اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں ادب سکھاؤ۔

بہترین تربیت ونگہ داشت کے بارے میں فرمایا:

من كان عنده صبي فليتصاب له. [ديلمي، الفردوس بماثور الخطاب، ۳ : ۵۱۳، رقم : ۵۵۹۸]

ترجمہ: جس کے یہاں کوئی بچہ ہو تو وہ اس کی اچھی تربیت کرے۔

بچوں سے الفت ومحبت اور شفقت ورحمت سے پیش آنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

أحبوا الصبيان و ارحموهم، و إذا وعدتموهم ففوا لهم، فإنهم لا يرون إلا أنكم ترزقونهم.

ترجمہ: بچوں سے محبت کرو اور ان پر رحم کرو، جب ان سے وعدہ کرو تو پورا کرو، کیوں کہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تم ہی انہیں رزق دیتے ہو۔

ان کے ساتھ عدل وانصاف کے ساتھ پیش آنے کے بارے میں فرمایا: سووا بين أولادكم في العطية.

[بيهقي، السنن الكبري، ٦ : ١٧٧]

ترجمہ: اپنی اولاد کو تحفہ دیتے وقت برابری رکھو۔

ان کے علاوہ بھی بچوں کے سلسلے میں بہت سے ارشاداتِ نبوی ﷺ ہیں، جو بچوں کی تربیت کے لیے راہ نما اصول اور مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا والدین اور سرپرست حضرات کو چاہیے کہ وہ

اپنے بچوں کی تربیت ونگہ داشت قرآن واحادیث کی تعلیمات کی روشنی میں کریں۔اسلام نے ان کے ذمہ جن حقوق کی ادائیگی کو لازم قرار دیا ہے،وہ ان کو بطریقِ احسن بجالائیں۔کسی بھی طرح سستی کا مظاہرہ نہ کریں۔

ھمسایوں ،پڑوسیوں اور قریبی رشتہ داروں کے حقوق: ہم سایوں، پڑوسیوں، قریبی رشتہ داروں اور دوستوں سے مل کر ایک معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے۔اسلام نے ہمسایوں، پڑوسیوں قریبی رشتہ داروں، دوستوں اور ان سب ہی لوگوں کے حقوق وفرائض کا بھی ایک نظم قائم کیا ہے۔اگر آپس میں ان کے حقوق کا کوئی نظم نہ ہوگا تو معاشرہ فساد وتباہی کا سبب بنے گا۔معاشرے کو ایک صالح ماحول میں تشکیل دینے اور آپس میں اخوت وبھائی چارگی کو فروغ دینے کے لیے ان سبھی لوگوں کے حقوق وفرائض کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔اسی لیے اسلام میں کئی ایک طرح کے پڑوسیوں کے حقوق کا ایک باضابطہ تصور موجود ہے۔چناں چہ ارشاد ہے:

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوا بِهٖ شَيۡـئًا ‌ وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَـارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَـارِ الۡجُـنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَـنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۔[النساء:۳۶]

ترجمہ:اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، رشتہ داروں ، یتیموں ، محتاجوں ، پاس کے ہمسائے، کروٹ کے ساتھی، راہ گیر اور اپنی باندی غلام کے ساتھ، بے شک اللہ تکبر کرنے والے اور فخر (غرور) کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں خصوصًا تین طرح کے پڑوسیوں کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے:

(۱)وہ ہمسایہ جو سکونت کے لحاظ سے قرب رکھتا ہے، یا ہمسائیگی کے علاوہ اسے نسب اور دین کے لحاظ سے تمھارے ساتھ قرابت ہے۔ (۲)وہ ہمسایہ جو بعید ہے یا وہ ہمسایہ جس سے قرابتی تعلق نہیں۔ (۳)وہ دوست جو کسی اچھے معاملہ کی وجہ سے تعلق رکھتا ہے، مثلاً :تعلیم حاصل کرنا یا کوئی معاملۂ تصرف اکھٹے کرنا یا ہم صنعت یا ہم سفر ہونا۔

اسلام کی اس واضح تقسیم سے یہ بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مذہب اسلام میں کسی کو بھی حقوق سے محروم نہیں رکھا گیا ہے۔ صاحب تفسیر روح البیان شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں اس حوالے سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ:

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ہمسائیوں کے حقوق صرف وہی ادا کرسکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم ہو اور تم میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو ہمسائیوں کے حقوق جانتے ہیں۔وہ یہ ہے کہ جس چیز کی انہیں ضرورت ہو اسے پورا کرو۔اگر قرض چاہتے ہیں تو قرض دو۔اگر انہیں کوئی خوشی حاصل ہو تو مبارک باد پیش کرو۔اگر کوئی تکلیف لاحق ہو تو اس کا اظہارِ افسوس کرو۔اگر بیمار ہو تو طبع پرسی کرو۔اگر مر جائیں تو نماز جنازہ پڑھو اور دفنانے تک ساتھ رہو۔

لہذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسیوں، ہم سائیوں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے۔ایک مخلص، دردمند اور مخیر انسان بن کر ان کے حقوق وفرائض کو ادا کرے۔

غریبوں ،فقیروں ، مسکینوں اور یتیموں کے حقوق: سماج ومعاشرے میں کئی طبقات کے لوگ بستے ہیں ،جن میں غریب بھی ہوتے ہیں، فقیر، مسکین، یتیم اور اہلِ دولت وثروت بھی ہوتے ہیں۔لیکن اسلام نے ہر طرح کے لوگوں کے حقوق کا ایک ایسا منفرد نظام تشکیل دیا، جو صرف مذہب اسلام ہی کا خاصا ہے۔چناں چہ اسلام میں غریبوں، فقیروں ، مسکینوں اور یتیموں کو بھی ان کے مساوی حقوق دیے گیے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے معاشرے کے آسودہ حال اور اصحاب ثروت لوگوں کو زکات، صدقات اور خیرات کی رقموں سے ان کی مدد کا حکم دیا ہے۔ ''انما الصدقات للفقراء والمساکین ''اس آیت میں انہیں زکات وصدقات کا مستحق ومصداق قرار دیا ہے۔ان کے مال واسباب کو ناحق کھانے پر سخت عذاب سے باخبر کیا ہے۔ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور ادائے حقوق کے ساتھ پیش آنے کی تاکید وتلقین کیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی دیگر بہت سے حقوق ہیں جو اسلام کے آفاقی اور عالم گیر تعلیمات اور قانون کا حصہ ہیں۔آج جب کہ اسلام پر ہر چہار جانب سے حملے ہو رہے ہیں اسے حق تلفی کرنے والا مذہب قرار دیا جارہا ہے، ظلم وتشدد اور عدم مساوات سے تعبیر کیا جارہا ہے، اور بھی اس طرح کے بے جا الزامات عائد کیے جارہے ہیں جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ اسلام کی صحیح شبیہ سامنے لائی جائے۔اس کی تعلیمات وہدایات کو عام کیا جائے اور جن حقوق وفرائض کا تصور اسلام میں ہے اسے عملی طور پر قوم کے سامنے پیش کیا جائے۔یقینا اس طرح کے اقدامات اسلام کے لیے موثر اور کارگر ثابت ہوں گے۔☆☆☆

مناقب

مقامِ غوثیت اقوالِ ائمہ کی نظر میں

سراج احمد قادری مصباحی

ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیغمبروں کے بعد اسلام کی تبلیغ واشاعت حق و باطل کی نشان دہی اور تعلیمات الٰہی ورسول کی دعوت وتبلیغ کے لیے اولیاے کرام کی مقدس جماعت کو اس دنیاے فانی پر پیدا فرمایا، اوران نفوس قدسیہ نے دین اسلام کی اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور اپنی اخیر سانسوں تک گلشن اسلام کی آبیاری وآبپاشی کرتے رہے ان مقدس ذوات میں سے ایک بابرکت ذات شیخ عبد القادر جیلانی کی ہے جنہیں محی الدین، محبوب سبحانی، غوث الثقلین اور غوث الاعظم کے نام سے جانا جاتا ہے۔

امام الائمہ محی الدین سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قطب ربانی غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل وکمالات سے متعلق بہت سی کتابیں لبریز ہیں اور کل اولیاے کرام آپ کی تعریف وثنا میں رطب اللسان ہیں، سیرت وکردار کے لحاظ سے کوئی بھی ولی آپ کے ہم پلہ اور ہم سر نہ ہوسکا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے اعلیٰ اخلاق و محامد سے متصف فرمایا تھا کہ آپ کے معاصرین آپ کی تعریف وتوصیف کئے نہیں رہتے۔ ذیل میں اکابرین کے چند اقوال درج کئے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں :

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ: امام المتصوفین حضرت علی بن ہیتمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی اور شیخ بقا بن بطو کے ہمراہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قبر انور سے باہر نکلے اور حضرت غوث اعظم کو اپنے سینے سے لگایا اور ایک شاندار، خوبصورت لباس عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے عبد القادر! میں تمھارے علم شریعت، علم حقیقت، علم حال اور علم طریقت میں محتاج ہوں۔ (بہجۃ الاسرار۔ تفریح الخاطر)

شیخ ابو بکر بطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ عراق میں آٹھ اولیاے کرام منصب اوتاد پر فائز ہوں گے وہ آٹھ یہ ہیں:

(۱) حضرت معروف کرخی (۲) حضرت احمد بن حنبل
(۳) حضرت بشر حافی (۴) حضرت منصور بن عمار
(۵) حضرت جنید بغدادی (۶) حضرت سری سقطی
(۷) حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری
(۸) حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

لوگوں نے پوچھا کہ یہ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کون ہیں؟ فرمایا: یہ ایک عجمی سید ہیں جن کی پیدائش گیلان میں ہوگی اور ان کا مسکن و مستقر بغداد ہوگا، پانچویں صدی میں ظاہر ہوں گے اور مقام ولایت کے ایسے عظیم درجے پر فائز ہوں گے کہ ایک دن وہ منبر پر علی الاعلان ارشاد فرمائیں گے: "قدمی هذه علیٰ رقبة کل ولی الله" یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس وقت کے سارے اولیاے کرام اپنی اپنی گردنیں جھکا کر عرض کریں گے اے غوث اعظم! آپ کا یہ قدم مبارک ہماری گردنوں ہی پر نہیں (بل علی الرأس والعین) بلکہ آپ کا قدم مبارک ہمارے سروں اور آنکھوں پر ہے۔ (قلائد الجواہر، ص: ۸۷)

سلطان الهند حضرت خواجه غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: سلطان الہند حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خراسان کے پہاڑوں میں عبادات وریاضات میں مصروف تھے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغداد کی مقدس سرزمین سے اعلان فرمایا: "میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" تو ہند کے راجا سرکار خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے غوث اعظم! آپ کا قدم مبارک گردن پر ہی نہیں بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر بھی ہے۔ (سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص: ۱۴۰)

حضرت شیخ ابو سعید کیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غلامی کی نسبت قائم کرلے وہ یقیناً نجات پاجائے گا۔ (بهجة الاسرار، ص: ۳۹۳)

شیخ احمد رفاعی نے فرمایا: "شیخ عبد القادر کے مراتب ودرجات تک کون پہنچ سکتا ہے؟ وہ داہنی جانب سے بحر شریعت اور بائیں جانب سے بحر حقیقت ہیں ہمارے دور میں ان کا کوئی ثانی نہیں" (قلائد الجواہر، ص: ۲۲۴)

(باقی ص: ۳۴ پر)

فکر و نظر

ہجومی تشدد سے بچنے کی تدابیر

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں ۔ ہم ارباب قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں ۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں ۔ از: مبارک حسین مصباحی

جنوری ۲۰۱۹ء کا عنوان	قادیانیت کے بڑھتے اثرات اور ان کے تدارک کی تدابیر
فروری ۲۰۱۹ء کا عنوان	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: شخصیت و افکار کا ایک جائزہ

ہجومی تشدد کے مجرموں کے خلاف سخت قانون سازی کی راہیں ہموار کرنی ہوں گی

از: مفتی محمد ساجد رضا مصباحی، استاذ دارالعلوم غریب نواز داہوگنج، ضلع کشی نگر یوپی

ملک میں نفرت و عداوت کی جو آگ سلگ رہی ہے اسی کی چنگاریوں سے پید ہونے والے ایک خطرناک وبا کا نام ہجومی تشدد یا موب لنچنگ ہے ، چند سالوں قبل میڈیا میں اس لفظ کا استعمال عام نہیں تھا، اب آئے دن اخبارات میں ہجومی تشدد کی خبریں شائع ہو رہی ہیں ، آرٹیکل شائع کیے جا رہے ہیں ، پہلے پہل ہجومی تشدد کا واقعہ ستمبر ۲۰۱۵ء میں دہلی سے متّصل اتر پردیش کے قصبہ دادری کے محمد اخلاق کے سانحے میں پیش آیا، ایک مندر کے لاؤڈ اسپیکر سے کچھ شرپسندوں کے ذریعہ اعلان ہوا تھا کہ گاؤں کے محمد اخلاق سیفی نام کے ایک شخص کے گھر میں گائے کا گوشت ہے اس لیے لوگ مندر میں جمع ہو جائیں ۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس سے سبھی واقف ہیں ۔ اس وقت کسی نے یہ سوچا بھی نہیں ہو گا کہ دہلی کے قریب ہونے والا یہ ہجومی تشدد آئندہ دنوں میں گھر گھر کی کہانی اور ہر ریاست کی کہانی بن جائے گا۔

معروف صحافی راجیو رنجن تیواری کی رپورٹ کے مطابق:

”جنوری ۲۰۱۷ء سے لے کر جولائی ۲۰۱۸ء تک طرح طرح کی افواہوں کے بعد ہجومی تشدد کے ۶۹ مقدمات سامنے آئے ، جس میں ۳۳/ افراد کو ہجوم نے بے رحمی کے ساتھ ہلاک کر دیا اور تقریباً سو کو زخمی کیا۔“

دادری واقعے کے بعد جس طرح پولس محکمہ نے لیپا پوتی شروع کی اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی بجائے انھیں بچانے کے لیے حیلے بہانے ڈھونڈے، اس سے شرپسندوں کے حوصلوں کو کافی تقویت ملی ۔ ان عناصر نے جو ہندو مسلم کارڈ کھیل کر اپنی سیاسی روٹی سینکنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، ہجومی تشدد کے جذبہ کو زندہ رکھنے کے لیے اس کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے مختلف معاملات میں اس کا استعمال کیا، اب ہجومی تشدد کا مسئلہ صرف گئوکشی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ کہیں بھی نفرت کی آگ لگا کر چند منٹوں کو امن وامان کے خرمن کو خاکستر کر دیا جاتا ہے۔

یوں تو ہجومی تشدد ۲۰۱۵ء سے ہی جاری ہے لیکن ۲۰۱۸ء میں تو اس نے گزشتہ ۳/ سال کے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ مئی ۲۰۱۸ء سے جولائی ۲۰۱۸ء تک محض ۲/ ماہ میں ۱۹/ افراد موب لنچنگ کا شکار ہو چکے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرپسند اور سماج دشمن عناصر افواہیں پھیلا کر ہجومی تشدد میں لوگوں کو سسکتا دیکھ کر اپنی بیمار ذہنیت کو تسکین پہنچاتے ہیں۔ افواہوں نے کرناٹک، تمل ناڈو، آسام، آندھرا

پردیش، تلنگانہ، ہریانہ،اتر پردیش،مدھیہ پردیش ،گجرات، بہار، جھارکھنڈ، مہاراشٹر، کیرل، جموں وکشمیر، اتراکھنڈ اور تری پورہ میں ایسی تیزی سے گردش کی کہ دیکھتے ہی دیکھتے کئی افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔کوئی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتا کہ افواہ اور فرضی خبریں کون پھیلا رہا ہے ، اس کی کسی کو ضرورت بھی کیا ہے۔سبھی جانتے ہیں کہ ۲۰۱۹ء کے انتخابات سر پر ہیں اور اس حمام میں سب ننگے ہیں۔

ہجومی تشدد کے اکثر معاملات ہندو مسلم نفرت وعداوت ہی کا شاخسانہ ہوتے ہیں ، یہاں کا اکثریتی طبقہ اپنی طاقت وقوت کا غلط استعمال کر کے مسلسل اقلیتی طبقے کے بے قصور افراد کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔اب انتخابات قریب ہیں اس لیے اس طرح کے حادثات میں اضافے کا بھی قوی امکان ہے۔ جوں جوں لوک سبھا انتخابات قریب آرہے ہیں سوشل میڈیا میں افواہوں کا سلسلہ بھی دراز ہوتا جارہا ہے، نیوز چینلوں میں ہندوتوا اور ہندوازم کا نعرہ زور زور سے لگایا جانے لگا ہے، برادرانِ وطن کو یہ باور کرایا جارہا ہے کہ ہندو مذہب شدید خطرے میں ہے ،اس کی حفاظت صرف ایک مخصوص پارٹی کو برسر اقتدار میں لانے سے ہو سکے گی، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مسلسل سماج میں زہر گھولا جارہا ہے، لیکن یہ سلسلہ کہاں جاکر تھمے گا اس کا کسی کو اندازہ نہیں، ہاں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے ہندوستان کی جمہوریت بڑے نازک دور سے گزر رہی ہے۔یہ زہریلے بیانات ہندوستان کی فضا کو مسموم کر کے اس کے امن وامان کو غارت کر سکتے ہیں ۔ انہی بیانات سے تحریک پاکر معاشرے کا جوان تشدد پر آمادہ ہوتا ہے ،اگر اس رجحان پر فوری طور پر قابو نہیں پایا گیا تو معاشرہ کا تانا بانا ٹوٹ جائے گا۔ ہجومی تشدد ہماری پہچان بن جائے گی ۔ جنونیوں کی بھیڑ کو ہندوستانی سماج کا ایک جزو لاینفک سمجھا جانے لگے گا۔ ۳؍ سال کی مدت میں کہیں سے یہ سننے کو نہیں ملا کہ ہجومی تشدد برپا کرنے والوں میں شامل کسی ایک کو بھی سزا ملی ہو جب کہ یہی بھیڑ جس کو چاہے موقع پر سزائے موت دے دیتی ہے۔اسکے ملزمان کے خلاف کارروائی نہ کے برابر ہے جس سے ایسی وارداتیں کرنے اور کرانے والوں کے حوصلے روز بروز بلند ہو رہے ہیں، جبھی تو ۲؍ ماہ میں ۱۹؍ واقعات رونما ہو گئے اور ہجومی تشدد میں پیش پیش رہنے والوں بال بھی بیکا نہ ہوا۔

ہجومی تشدد صرف قتل ہی نہیں بلکہ حیوانیت اور درندگی کی انتہا ہے کہ ہجوم کی شکل میں اکٹھا ہو کر کسی بے گناہ اور نہتے شخص کو پیٹ پیٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، افسوس کی بات تو یہ ہے کہ سپریم کورٹ کی سخت ہدایت کے باوجود یہ درندگی رک نہیں رہی ہے جس روز سپریم کورٹ نے اس طرح کے واقعات پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ایک فیصلے میں کہا کہ کوئی شخص قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا اور مرکز سے اسے روکنے کے لیے پارلیمنٹ میں الگ سے قانون بنانے کی ہدایت بھی کی اس کے بعد سے سلسلے وار ماب لنچنگ کے واقعات شروع ہو گئے ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ سپریم کورٹ کی سرزنش کی ان کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔اب اگر اس کے بعد بھی اس طرح کے واقعات نہیں رک رہے ہیں تو پھر اس کا صاف مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ایسا کر رہے ہیں انہیں سیاسی تحفظ اور پشت پناہی حاصل ہے ؟ اس لیے ان کے حوصلے بلند ہیں ،ماب لنچنگ کے نام پر حیوانیت اور درندگی اپنی حدیں توڑتی جارہی ہے ہمیں امید تھی کہ سپریم کورٹ کے ذریعہ بار بار سخت تبصرے اور برہمی کے بعد سرکار سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے روکنے کے لیے موثر اقدامات کرے گی، لیکن ہر طرف مایوسی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

ہجومی تشدد کی مزید تفصیلات میں نہ جاتے ہوئے ہم یہاں اس آفت سے بچنے کے کچھ تدابیر ذکر کر کے اپنی گفتگو ختم کریں گے۔ کسی بھی برائی کے تدارک کے لیے اس کے اسباب کا جائزہ لینا ضروری ہوا کرتا ہے ۔ ہجومی تشدد کے واقعات کا جائزہ ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ ہجومی تشدد کے اکثر واقعات میں مذہبی جنون کارفرما ہوتا ہے، لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس جنون میں خالص مذہبیت بھی نہیں ہے، بلکہ سیاسی مافیاؤں نے مذہب اور مذہبی جذبات کا سہارا لے کر اکثریتی طبقہ کے اندر نفرت کے شعلے بھڑکانے کا کام کیا ہے۔ محمد اخلاق کا واقعہ ، جنید کی دردناک موت اور راجستھا میں مسلم بنگالی مزدور کے زندہ جلائے جانے کا غیر انسانی حادثہ ،ہر جگہ اسی ناپاک جنون نے کام کیا ہے۔ظاہر ہے کہ سیاسی بازیگر کبھی بھی امن وامان کے خواہاں نہیں ہوں گے ،ماحول گرم کر کے ایک طبقے کا ووٹ حاصل کرنا ان کا خاص مقصد ہوتا ہے۔اس لیے اس پر قابو پانے کے لیے ایک ہی راستہ ہے کہ سماجی ہم آہنگی پیدا کی جائے،ایک سماج میں رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگوں کو سیاسی مافیاؤں کے مقاصد سے آگاہ کر کے اس طرح کے واقعات کو روکنے کی صورتوں پر غور وفکر کیا جائے۔

آج کے حالات میں مسلم قائدین اور مسلم سماج کے نوجوانوں کو

اپنے اندر ضبط وتحمل، قوت برداشت، دانش مندی اور حسنِ تدبیر پیدا کر کے اپنے آپ کو اور اپنے سماج کو تشدد اور نفرت کی آگ سے بچانا ہو گا۔ سیاسی طور پر اپنی قیادت کو مضبوط کر کے ہجومی تشدد کے مجرموں کے خلاف سخت سے سخت قانون سازی کی راہیں ہموار کرنی ہوں گی۔

ہمارے مخالفین ہمیں ہر دم الجھانے کی سازشوں میں لگے ہوئے ہیں، انھیں ہماری سماجی، معاشی اور معاشرتی ترقی کبھی نہیں بھاتی، وہ ہر محاذ پر ہمیں کمزور اور مغلوب دیکھنا چاہتے ہیں، لہذا ہمیں ان سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے زندگی کے تمام شعبوں میں خاطر خواہ ترقی کرنی ہوگی، خاص طور سے ہمیں تعلیم اور تجارت کے شعبوں پر خصوصی توجہ دینا ہوگا۔ اتحاد واتفاق کی راہیں ہموار کرنی ہوں گی، اجتماعیت کو فروغ دینا ہوگا، آپسی نزاعات کو ختم کر کے سماج و معاشرے میں ایک خوش گوار ماحول پیدا کرنا ہوگا۔ مسلم قوم کی کمزوری اور پس ماندگی ہی کا ساختشانہ ہے کہ انہیں ہر محاذ پر رسوا اور ذلیل کیا جاتا ہے اور طرح طرح سے ستایا اور ظلم وجبر کا شکار بنایا جاتا ہے۔

ہجومی تشدد کے واقعات جہاں ملک کی اقلیتوں کے لیے حد درجہ تشویش ناک ہیں وہیں ملک کی سالمیت وبقا کے لیے بھی بہت ہی ضرر رساں ہیں۔ ہندوستان کی جمہوریت اور یہاں کی گنگا جمنی تہذیب پوری دنیا کے لیے توجہ کا باعث ہے اور ہندوستان کو عالمی پیمانے پر کثیر مذاہب کے باوجود امن وآشتی کا نقیب سمجھا جاتا رہا ہے، لیکن چند برسوں سے جس طرح نفرت اور مذہبی تشدد کے واقعات رونما ہو رہے ہیں اس نے ملک کی اس شناخت کا کافی حد تک مجروح کیا ہے۔ وطن عزیز کی بقا اور یہاں کے تمام باشندوں کی حفاظت برسر اقتدار سیاسی پارٹی کی اولین ذمے داری ہے، نیز سماجی سطح پر ہر فرد کی بھی یہ ذمے داری ہے کہ امن وامان کی بحالی کے لیے انفرادی طور بھی کوشش کریں اور سماجی ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لیے اپنا ہر ممکن تعاون پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کی فضاؤں کو خوش گوار بنائے، آمین۔ ☆☆☆

برادرانِ وطن سے محبت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں

از: مولانا محمد رئیس اختر مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

پس ماندہ ذہنیت، مردہ انسانیت، رحم کے لیے بلند ہوتی صدائیں، طاقت کے نشے میں چور قہقہے مارتے مکروہ چہرے اور زمین پر بے کس و بے بس، مجبور ولاچار پڑا زندگی کی بھیک مانگتا بے قصور انسان، جارحیت کا شکار بنانے کا جنون، شک اور افواہ کی بنیاد پر بے گناہ جانوں سے کھیلی جانے والی ہولیوں کا سلسلہ ملک میں دراز ہوتا جا رہا ہے۔ حکومت کی بے حسی، خاموش تماش بینی، ظالموں کی پشت پناہی، قاتلین کو بچانے کی کوشش اور انسانیت سوز کارناموں پر شاباشی، حوصلہ افزائی، مٹھائی اور پھولوں کے ذریعہ جشن، ملک کی بگڑی ہوئی شبیہ اور حکومت کی انسان دشمنی بتانے کے لیے کافی ہے۔ یہ ایک سرسری نقشہ ہے، وطنِ عزیز کا جہاں جانیں سستی اور دانہ مہنگا، گائیں اہم اور انسان بے وقعت ہو گیا ہے۔ گائے اسمگلنگ، بچہ چوری، لو جہاد جیسی افواہوں کو بنیاد بنا کر اس ناپاک عمل کا سلسلہ جاری ہے جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے اور نہ ہی حکومت کی جانب سے اس پر روک لگانے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق اب تک سیکڑوں مسلمان اس کی زد میں آچکے ہیں۔

اس لیے ضروری ہے کہ بڑی حکمتِ عملی کے ساتھ ان تشدد کے اسباب پر نظر کر کے ان کی روک تھام کا سامان مہیا کیا جائے۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں اپنے حالات کا گہرائی سے جائزہ لینا ہوگا اور جن کمزوریوں کی وجہ سے ہم ان نقصانات سے دوچار ہو رہے ہیں انھیں دور کرنا ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾

(الشوریٰ: ۳۰)

یعنی تمھیں جو بھی مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمھارے ہاتھوں کی کرتوت کی وجہ سے پہنچتی ہیں اور اللہ تع بہت سی باتیں معاف فرما دیتا ہے۔

ہندوستان کے موجودہ سیاسی حالات اور نشیب و فراز کسی ذی ہوش کی نگاہ سے اوجھل نہیں، حکومت پر متشدد غیر مسلموں کا قبضہ ہے جن کی مسلم دشمنی جگ ظاہر ہے، جب کہ مسلمانوں کی صورتِ حال یہ

ہے کہ وہ سیاسی اعتبار سے عضوِ ناکارہ بن کر رہ گئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان بھی سیاست میں حصہ لیں، اپنا قائد منتخب کریں جو انھیں ان کے حقوق دلا سکے اور شر پسند عناصر کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا کام کرے۔ انتخابات کے موقع پر مسلمان اپنے ووٹ تقسیم نہ ہونے دیں کیوں کہ فرقہ پرست پارٹیوں کی کامیابی بڑی حد تک مسلمانوں کے ووٹوں کی تقسیم کی مرہونِ منت ہے۔

تعلیمی میدان میں بھی مسلمان بہت پیچھے ہیں، اس لیے سائنس اور ٹیکنالوجی میں مسابقت اور عصری علوم کے شانہ بشانہ پیش رفت کی بھی ضرورت ہے تاکہ کسی بھی جگہ مسلمان غیروں کے دست نگر نہ رہیں اور معاشرے میں باعزت زندگی گزار سکیں۔

برادرانِ وطن سے محبت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں کیوں کہ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج نفرت کا وہ ماحول ہے جو فرقہ پرست جماعتیں پیدا کر رہی ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مہم مسلسل جاری ہے، اسلام کے تعلق سے طرح طرح کے پروپیگنڈے کیے جا رہے ہیں، اس لیے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان تک اسلام کی صحیح اور پاکیزہ تعلیمات حاصل کر کے سیرتِ رسول اکرم ﷺ کے موثر گوشے پہنچائیں اور ان غلط فہمیوں کے ازالے کی کوشش کریں جو اسلام کے تعلق سے دشمنوں نے پھیلا رکھی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ خدمتِ خلق کو اپنا شعار بنائیں اور ملک کے ہر طبقے میں خدمتِ خلق کی مہم کو پوری قوت کے ساتھ بڑھاوا دیں، ملک میں لاکھوں انصاف پسند غیر مسلم ہیں جو امتیاز اور تعصب قطعی پسند نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو ساتھ لے کر ملک کے ہر شہر میں انسان دوستی کی تحریک چلائیں اور ہر مسلمان اپنے حلقے میں غیر مسلموں سے روابط استوار کرے اور ان کے ذہن میں مسلمانوں کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں انھیں دور کرے۔

اگر مذکورہ بالا ہدایات پر مسلمان عمل پیرا ہو جائیں تو رفتہ رفتہ ماحول ان کے حق میں استوار ہوگا اور ہجومی تشدد جیسے بہت سے مظالم سے چھٹکارا مل سکے گا۔

☆☆☆

(ص:۳۰ر کا بقیہ)

مفتی عراق محی الدین شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ بہت جلد رونے والے، زیادہ ڈرنے والے، ہیبت والے، مستجاب الدعوات، اچھے اخلاق کے پیکر، خوشبودار پسینے والے، بری باتوں سے دور رہنے والے، نفس پر قابو پانے والے، انتقام نہ لینے والے، سائل کو نہ جھڑکنے والے، علم سے مہذب ہونے والے تھے، آدابِ شریعت آپ کے ظاہری اوصاف اور حقیقت آپ کا باطن تھا۔“

(بهجة الاسرار، ذکر شیئ من شرائف اخلاقہ، ص:۲۰۱)

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ”سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات حد تواتر سے بھی زائد ہیں اور اس بات پر اجلہ علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ جتنی کرامات آپ سے صادر ہوئیں آپ کے علاوہ کسی بھی صاحب ولایت سے صادر نہ ہوئیں۔“ (نزهة الخاطر الفاتر، عربی، ص:۲۳)

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ”حضرت عبد القادر جیلانی نے میرے سینے پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو علم لدنی سے بھر دیا، جب میں آپ کی بارگاہ سے اٹھا تو اس وقت میری زبان علم و حکمت کا سرچشمہ بن چکی تھی۔ پھر مجھے محبوب سبحانی قدس سرہ نے بشارت دیتے ہوئے فرمایا: اے عمر! تم عراق کے مشائخ میں سے شہرۂ آفاق شخصیت ہوگے“

(بهجة الاسرار، ص:۳۲،۳۳)

حضرت شیخ ابو احمد عبد اللہ بن علی بن موسیٰ نے فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ عنقریب ایک ایسی ہستی آنے والی ہے کہ جس کا فرمان ہوگا کہ ”قدمي هذه على رقبة كل ولي الله“ یعنی میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے“ (بهجة الاسرار)

حضرت شیخ عقیل سنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ اس زمانے کے قطب کون ہیں؟ فرمایا اس زمانے کا قطب مدینہ منورہ میں پوشیدہ ہیں یہ صرف اولیاء اللہ ہی کو معلوم ہے۔ پھر عراق کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اس طرف سے ایک نوجوان ظاہر ہوگا وہ بغداد میں وعظ کرے گا اس کی کرامتیں سب پر عیاں ہوں گی اور وہ کہے گا: ”قدمي هذه على رقبة كل ولي الله“ یعنی میرا قدم تمام اولیاء اللہ کے گردن پر ہے۔ (بهجة الاسرار)

حضور آپ کے در پہ غلام حاضر ہے

مہتاب پیامی

عمرہ کے لیے ۱۶/ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو شام ساڑھے پانچ بجے سعودی ایئر لائنس کے ذریعہ لکھنؤ سے ہماری روانگی تھی۔ فلائٹ اپنے وقت سے روانہ ہوئی لیکن کسی تکنیکی وجہ سے روٹ تبدیل کرنا پڑا اور ساڑھے پانچ گھنٹے کا سفر ساڑھے سات گھنٹے طویل ہو گیا۔ جدہ ایئر پورٹ پر اترے تو آدھی رات سے زائد گزر چکی تھی۔ وہاں سے سیدھے مدینہ منورہ کی طرف جانا تھا۔ بس کے ذریعہ سفر شروع ہوا، فجر کی نماز راستے میں ادا کی گئی۔ جس وقت ہم مدینہ پہنچے، سورج طلوع ہو رہا تھا اور اس کی قرمزی شعاعیں عالمِ وجد میں گنبدِ خضرا کا بوسہ لے رہی تھیں۔ بس میں بیٹھے بیٹھے ہی محبوب پروردگار، سرکار ابد قرار، جانِ عالم، نورِ مجسم ﷺ کے سبز گنبد کی پہلی زیارت نصیب ہوئی۔ آنکھیں بے اختیار بھر آئیں اور زبان و دل تسبیح درود و سلام میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم اپنے ہوٹل پہنچ گئے۔

یہاں اس ادارے کا ذکر کرنا ضروری ہے جس کے ذریعے اس سفر کا پروگرام ترتیب دیا گیا یہ یوپی کے شہر کانپور کا ایک گروپ ہے جو "دانش ٹورس" کے نام سے عمرہ کے پروگرام ترتیب دیتا ہے۔ اس کے مالک دانش بھائی ہیں۔ اس سفر میں دانش ٹورس کی طرف سے ایک منتظم کا بھی انتظام کیا گیا تھا جن کا نام محمد آصف ہے، یہ بھی کانپور کے باشندے ہیں۔ آصف صاحب نے روانگی سے واپسی تک نہایت پروفیشنل انداز میں رہنمائی کی۔ یہاں تک کہ لکھنؤ ایئر پورٹ سے سامان وغیرہ نکالنے تک بھرپور تعاون کیا۔

بات مدینہ منورہ پہنچنے کی ہو رہی تھی، ہم وہاں فجر کے بعد پہنچے۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہوٹل سے نصف کلومیٹر کے فاصلے پر مسجد نبوی کا مرکزی گیٹ نمبر ۲۲/ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔ نماز و دعا سے فارغ ہونے کے بعد سنہری جالیوں کی طرف سے مرقد انوار کا مشاہدہ کرتے ہوئے اشک بار آنکھوں سے درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے آہستہ روی سے گزرے۔ دل کے تمام ارمان بزبانِ اشک ظاہر ہو ہو کر سرکار کی چوکھٹ پہ گرے جا رہے تھے اور پورے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ دل اس خوف سے لرز رہا تھا کہ یہ بارگاہِ ادب ہے خدا نہ کرے کوئی خطا ہو جائے۔

ایک سچا خواب: جب باب جبریل کی طرف واپس آئے تو دل نشیں منظر دیکھ کر ہمارا ایمان تازہ ہو گیا۔ تقریباً دو سال قبل ہم نے خواب میں گنبدِ خضریٰ کی زیارت کی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ باب جبریل کی طرف سے صحن میں داخل ہوئے۔ شدت کی دھوپ تھی، پورا بدن پسینے میں نہایا ہوا تھا، پاؤں جل رہے تھے۔ ہمیں تلاش تھی حضور کے سبز گنبد کی لیکن تمام چیزیں ہمیں دکھائی دے رہی تھیں، بس گنبد ہی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کبھی اِدھر نگاہ جاتی، کبھی اُدھر لیکن سوائے ناکامی کے کچھ ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک ستون کے پاس ایک قوی الجثہ بزرگ صورت شخص گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، انھوں نے ہمیں دیکھا تو اشارہ کر کے اپنے پاس بُلایا۔ ہم ان کے قریب پہنچے، ادب سے سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ ہم ابھی کوئی جواب دینے ہی والے تھے کہ بزرگ نے خود ہی کہا: "اشرفیہ سے آئے ہو! ہم لوگوں کو اشرفیہ بہت عزیز ہے"۔ پھر انھوں نے کہا: "حضور کا گنبد تلاش کر رہے ہو؟ وہ دیکھو!" انھوں نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔ اب جو نگاہ اٹھائی تو راحت جاں، مرکزِ دین و ایماں، رسولِ اکرم ﷺ کا گنبد اور سبز جالی کی طرف کھلنے والا دروازہ صاف دِکھائی دینے لگا۔ یہ منظر دیکھتے ہی دل پر قابو نہ رہا، ہم سینہ تھامے ہوئے وہیں گر پڑے، آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے، ہچکیاں تھیں کہ رکنا ہی نہ چاہتی تھیں اور زبان صرف ایک مصرع "حضور آپ کے در پہ غلام حاضر ہے" کی تکرار کر رہی تھی۔ دفعتہً اذان کی آواز سنائی دی تو آنکھ کھل گئی۔ معلوم ہوا کہ مدینے میں نہیں بلکہ اپنے بستر پر ہیں۔ آنکھ کھلی تو اس وقت بھی ہم بہ آواز بلند رو رہے تھے اور یہی مصرع زبان پر جاری تھا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضور کی

چوکھٹ تک پہنچایا۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد ہم نے جو کچھ دیکھا، یقین کیجیے خواب میں جیسا دیکھا تھا بعینہ وہی منظر تھا۔ وہی باب جبریل، وہی صحن، وہی ستون، ویسا ہی دروازہ، گنبد کی وہی شکل۔ ہم آٹھ دن تک مسلسل اس بزرگ کی تلاش میں رہے جنھوں نے ہماری رہنمائی کی تھی، لیکن ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کون تھے، البتہ انھوں خواب میں رہ نمائی فرماکر ہمارے ایمان کو مزید پختہ کر دیا اور "توسل" پر ہمارا عقیدہ اور مضبوط ہوگیا... حقیقت تو در کنار خواب میں دیارِ رسول کی حاضری ایک بزرگ کے وسیلے سے ہوئی تو دل نے جھوم جھوم کر گواہی دی کہ بے شک میدانِ محشر میں ہم گنہگاروں کی شفاعت ہمارے حضور ﷺ فرمائیں گے اور ان کے وسیلے سے ہمیں جنت نصیب ہوگی۔ الجامعۃ الاشرفیہ، جس کی بنیادوں میں بزرگوں کا فیضان شامل ہے، وہ محبوبانِ بارگاہِ رسالت کو محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ الجامعۃ الاشرفیہ کو مزید ترقیاں عطا فرمائے آمین۔

حاضری کی سعادت حاصل کرنے کے بعد گنبدِ خضریٰ سے مغرب جانب صحن میں عین گنبدِ خضریٰ کے سامنے بیٹھ کر مسلسل درود شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بعد میں جتنے دن بھی مدینہ منورہ میں رہے یہی ہمارا معمول رہا، فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد وہیں جا کر بیٹھ جاتے اور جس قدر توفیق ہوتی الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلاۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ کا ورد کرتے۔ کبھی کبھی مسجد نبوی شریف کے کچھ حصوں کی زیارت کرتے، اس طرح ایک ہفتہ میں اچھی طرح سے پوری مسجد کی زیارت ہوگئی۔

مسجد نبوی شریف: مسجد الحرام کے بعد دنیا کی سب سے اہم مسجد "مسجد نبوی" کی تعمیر کا آغاز ۱۸؍ ربیع الاول سنہ ۱ ہجری میں ہوا تھا۔ اس وقت مسجد کی دیواریں پتھر اور اینٹوں سے جب کہ چھت درخت کی لکڑیوں سے بنائی گئی تھی۔ مسجد سے ملحق کمرے بھی بنائے گئے تھے جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اہل بیت اور بعض اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے مخصوص تھے۔

مسجد نبوی جس جگہ قائم کی گئی وہ دراصل دو یتیموں (سہل اور سہیل) کی زمین تھی۔ ورثا اور سرپرست اسے ہدیہ کرنے پر بضد تھے اور اس بات کو اپنے لیے بڑا اعزاز سمجھتے تھے کہ ان کی زمین شرف قبولیت پاکر مدینہ منورہ کی پہلی مسجد بنانے کے لیے استعمال ہوجائے مگر رسول اللہ ﷺ نے بلا معاوضہ وہ زمین قبول نہیں فرمائی، دس دینار قیمت طے پائی اور آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی ادائیگی کا حکم دیا اور اس جگہ مسجد کی تعمیر کا فیصلہ ہوا۔ پتھروں کو گارے کے ساتھ چن دیا گیا۔ کھجور کی ٹہنیاں اور تنے چھت کے لیے استعمال ہوئے اور اس طرح سادگی اور وقار کے ساتھ مسجد کا کام مکمل ہوا۔ مسجد سے متصل ایک چبوترا بنایا گیا جو ایسے افراد کے لیے دار الاقامہ تھا جو دور دراز سے آئے تھے اور مدینہ منورہ میں ان کا اپنا گھر نہ تھا۔ اس چبوترے کو "صفّہ" کہا جاتا ہے اور آج بھی اس پر حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے چند افراد روزانہ بعد نمازِ عصر تشریف لاتے ہیں۔

گنبد خضرا کو مسجد نبوی میں امتیازی خصوصیت حاصل ہے یہاں ہر وقت زائرین کی بڑی تعداد موجود رہتی ہے۔ خصوصًا حج کے موقع پر حجاج کا جمِ غفیر ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہاں داخلہ انتہائی مشکل ہوجاتا ہے۔ اسی مقام پر منبر رسول بھی ہے۔ سنگ مرمر کا بنا حالیہ منبر عثمانی سلاطین کا تیار کردہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی مسجد کے سنگریزوں پر بیٹھ کر معاشرہ کے تمام مسائل کو قرآن کریم کی روشنی میں حل فرمایا۔ آپ کی تمام اصلاحی اور تعمیری سرگرمیاں یہیں سے انجام پاتی تھیں سینکڑوں مہاجرین کے اس چھوٹی سی بستی میں منتقل ہونے کے نتیجہ میں آبادی اور ان نووارد افراد کو معاشرے میں ضم کرنے کے مسائل تھے۔ اس مسئلہ کو مسجد نبوی کے صحن میں بیٹھ کر مواخات کی شکل میں حل کیا گیا۔ نئی مملکت کے تمام سیاسی مسائل کے حل اور قانون سازی کے لیے اس مسجد نے پارلیمنٹ ہاوس کا کردار ادا کیا، عدالتی فیصلوں کے لیے اسی مسجد نے سپریم کورٹ کا کردار ادا کیا، ہر قسم کی تعلیمی کاروائیاں اسی مسجد سے سر انجام پانے لگیں۔ تمام رفاہی کاموں کا مرکز یہی مسجد قرار پائی۔ تجارت وزراعت کے مسائل کے لیے یہی کامرس چیمبر اور یہی ایگریکلچر ہاؤس قرار دیا گیا۔ دفاعی اقدامات اور جنگی حکمت عملی کے لیے بھی یہی مسجد بطور مرکز استعمال ہونے لگی۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی علاقے میں جہاد کے لیے لشکر روانہ کرنا ہوتا تو اسی مسجد سے اس کی تشکیل کی جاتی اور ایک موقع پر مجاہدین نے جہاد کی تربیت کا مرحلہ بھی اس مسجد کے صحن میں مکمل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کو مسلم معاشرہ کا محور بنا دیا تھا جس کا کردار زندگی کے ہر شعبہ پر محیط تھا، اور یہی وجہ تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے صدیوں کے الجھے ہوئے تمام مسائل حل ہوگئے اور مدینہ منورہ کا معاشرہ دنیا کے لیے ایک عظیم الشان مثال بن گیا۔

گنبد خضرا: گنبد خضرا مسجد نبوی کا عظیم الشان سبز گنبد ہے جو پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبورہائے مبارکہ پر واقع ہے۔ یہ گنبد اپنی قدامت کے باوجود اپنی خوش نمائی اور اپنے منفرد انداز تعمیر کے سبب اسلامی فن تعمیر کا انوکھا شاہکار ہے۔ گنبد خضریٰ مسلمانوں کے لیے باعث عقیدت واحترام ہے۔

قبر پر گنبد کی تاریخ مملوک سلطان سیف الدین قلاوون کے دور تک پہنچتی ہے انھوں نے اسے ۱۲۷۹ء بمطابق ۶۷۸ھ میں تعمیر کروایا اس وقت اس کا رنگ زرد تھا۔ اصل ساخت میں لکڑی استعمال کی گئی تھی۔ ۱۴۸۱ء میں مسجد میں شدید آگ لگی جس کے نتیجہ میں گنبد بھی جل گیا۔ گنبد کی دوباہ تعمیر کا کام مملوک سلطان قایتبای نے شروع کیا۔ اس مرتبہ ایسے حادثات سے بچاو کے لیے لکڑی کی بجائے اینٹوں کا ڈھانچہ بنایا گیا اور لکڑی کے گنبد کی حفاظت کے لیے سیسہ کا استعمال کیا گیا۔ سولہویں صدی میں عثمانی سلطان سلیمان اعظم نے گنبد کو سیسہ کی چادروں کے ساتھ مڑھوایا اور کالے پتھروں پر سفید رنگ کروایا گیا، اس وقت اسے گنبد بیضا کہا جاتا تھا۔ ۹۸۰ھ/ ۱۵۷۲ء میں انتہائی حسین گنبد بنایا گیا اور اس کو رنگ برنگے پتھروں سے سجایا گیا۔ اب اس کا ایک رنگ نہ رہا۔ پھر ۱۸۱۸ء میں عثمانی سلطان محمود بن عبدالحمید نے اسے سبز رنگ کروایا تب سے یہ ایسا ہی ہے۔

ریاض الجنہ: دوسرے دن ہم نے ارادہ کیا آج رات میں ریاض الجنہ جائیں گے۔ رات کے تقریباً ۱۲ر بجے وہاں گئے، اس وقت ریاض الجنہ کا حصہ تقریباً خالی تھا، وہاں نماز ادا کی، پھر منبر کے قریب نماز ادا کی۔

ریاض الجنہ وہ مبارک جگہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے گھر یعنی حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منبر شریف کے درمیان میں ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ "میرے منبر اور میرے گھر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔" اس سلسلے میں اہل علم کے کئی اقوال ہیں: (۱) اس جگہ پہ بیٹھنے کی سعادت و اطمینان جنت کی کیاریوں کے مشابہ ہے۔ (۲) اس جگہ پہ عبادت کرنا جنت میں دخول کا سبب ہے۔ (۳) یہ جگہ آخرت میں واقعی جنت کا حصہ بنا دیا جائے گا۔ بعض علما نے پہلے قول کو، بعض نے دوسرے قول کو اور بعض نے تیسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

جنت البقیع: اگلی صبح ہم جنت البقیع پہنچے۔ بقیع اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں جنگلی پیڑ پودے بکثرت پائے جاتے ہوں اور چونکہ بقیع قبرستان کی جگہ میں پہلے جھاڑ جھنکاڑ اور کانٹے عوسج یعنی غرقد کے پیڑ بکثرت تھے اس لیے اس قبرستان کا نام بھی بقیع غرقد پڑ گیا، ایہ قبرستان مسجد نبوی شریف کے مشرقی سمت میں واقع ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرات مہاجرین رضوان اللہ اجمعین نے جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو اپنا مسکن و وطن بنایا، تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ کوئی مناسب جگہ مسلمانوں کی اموات کی تدفین کے لیے متعیّن ہو جائے، اسی مقصد کے پیش نظر آپ ﷺ اس (بقیع کی) جگہ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: "مجھے اس جگہ (بقیع) کا حکم (قبرستان کے لیے) دیا گیا ہے۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس (بقیع کی) جگہ مسلمانوں کا قبرستان بنانے کا حکم فرمایا تھا اور یہیں سے اس جگہ یعنی بقیع قبرستان کی فضیلت کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس قبرستان میں تقریباً دس ہزار صحابہ، کئی امہات المومنین، اولاد رسول اللہ ﷺ، اہل بیت، اولیاء اللہ، صوفیا، علما، محدثین وغیرہ مدفون ہیں۔ اس قبرستان میں سب سے پہلے انصار مدینہ میں اسعد بن زرارہ اور عثمان بن مظعون دفن کیے گئے، جنت البقیع میں قبروں پر ایسے کتبے یا نشانات نہیں تھے، جن سے ابتدائی دفن شدہ شخصیات کا علم آسانی سے ہوسکے۔ لیکن بعد میں مؤرخین نے تحقیق کی روشنی میں کئی اہم شخصیات کی قبروں کی نشان دہی کی تھی۔ اور وقت گزرنے کے بعد جب زیادہ قبریں ہوگئیں تو بہت سے مزارات اور گنبد تعمیر کیے گئے جو پچھلی صدی تک باقی تھے۔ اور آل سعود نے یوم الہدم کے تاریخی سیاہ واقعے میں سب اجاڑ دیے۔

ایک بزرگ سے ملاقات: عمرہ کے لیے روانگی سے قبل ہم حضرت سید انیس اشرف صاحب قبلہ سے ملاقات کی غرض سے، کچھوچھہ مقدسہ گئے تھے۔ حضرت نے بہت ساری نصیحتوں کے ساتھ فرمایا: "جائیے مدینہ منورہ میں آپ کی ایک بزرگ سے ملاقات ہوگی، ان سے جو ملے خاموشی سے لے لیجیے گا"۔ چناں چہ ایک روز ہم نے مسجدِ نبوی شریف میں عصر کی نماز ادا کی۔ بعدِ سلام ہم نے دیکھا کہ ایک بزرگ صورت شخص قریب ہی نماز ادا کر رہے ہیں، انھوں نے نماز سے فراغت کے بعد ہماری طرف مسکرا کر دیکھا، سلام کیا، ہم نے جواب دیا۔ انھوں نے اپنی عبا سے کسی درخت کی انتہائی خوشبودار پتیوں کا ایک

گچھا نکالا اور ہمیں دے دیا۔ ہم کو احساس ہوا کہ ہو نہ ہو یہ وہی بزرگ ہیں جن کا تذکرہ حضرت سید انیس اشرف صاحب قبلہ نے کیا تھا۔ لہٰذا ہم نے خاموشی سے وہ تحفہ لے کر اپنے پاس رکھ لیا۔ نہ ان سے کچھ پوچھا، نہ انھوں نے کچھ بتایا۔ الحمدللہ وہ خوشبودار پتیاں محفوظ رکھی ہیں اور ان شاء اللہ انھیں مسجدِ نبوی کا عظیم الشان تحفہ سمجھتے ہوئے آئندہ بھی ہم محفوظ رکھیں گے۔

مختلف اوقات میں ہم نے مدینہ منورہ کی بہت سے متبرک مقامات کی زیارت کی، جن میں سے چند کا مختصر تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

مسجد قبلتین: یہ مسجد مدینہ منورہ کے محلہ بنو سلمہ میں واقع ہے جہاں ۲ھ میں نماز کے دوران تحویل قبلہ کا حکم آیا اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام نے نماز کے دوران اپنا رخ بیت المقدس سے کعبے کی جانب پھیرا۔ کیوں کہ ایک نماز دو مختلف قبلوں کی جانب رخ کر کے پڑھی گئی اس لیے اس مسجد کو "مسجد قبلتین" یعنی دو قبلوں والی مسجد کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد بیر رومہ کے قریب واقع ہے۔ مسجد کا داخلی حصہ قبہ دار ہے جب کہ خارجی حصے کی محراب شمال کی طرف ہے۔ عثمانی سلطان سلیمان اعظم نے ۱۵۴۳ء میں اس کی تعمیر نو کرائی۔ فی الحال عمارت کی دو منزلیں ہیں جب کہ میناروں اور گنبدوں کی تعداد بھی دو، دو ہے۔ مسجد کا مجموعی رقبہ ۳۹۲۰ مربع میٹر ہے۔

مسجد غمامہ: مسجد نبوی کے گیٹ نمبر چھ سے باہر مغربی سمت شارع السلام کی طرف نکلتے وقت ایک چھوٹا سا میدان ہے، جس کے بائیں طرف ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کا نام مسجد غمامہ ہے، اسی کے سامنے یعنی داہنی جانب ایک بالکل چھوٹی سی مسجد ہے جس کو مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے، یہ ہمیشہ بند رہتی ہے- مسجد غمامہ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہاں پر آپ ﷺ نے استسقا کی نماز ادا کی اور دعا ختم کرنے سے پہلے ہی بادل کا ایک ٹکڑا مدینہ پر سایہ فگن ہوا اور سات دن تک مسلسل بارش ہوتی رہی، پھر اسی جگہ پر ترکی حکومت نے ایک مسجد تعمیر کی جس کا نام مسجد الغمامۃ رکھا، چونکہ عربی میں غمامہ بادل کے ٹکرے کو کہتے ہیں، اسی مناسبت سے اس کا نام غمامہ رکھا گیا ہے، یہ مسجد ہر فرض نماز کے لیے کھولی جاتی ہے۔

کوہِ احد اور وادی احد: اپنے سفر کے پانچویں دن ہم لوگ کوہِ احد کی زیارت کے لیے گئے، ہمارے دائیں جانب اُحد اپنی وجاحت لیے یہاں آنے والوں کا استقبال کر رہا تھا تو بائیں جانب ایک بڑی چار دیواری جس کے اوپر کی جانب جنگلہ لگا ہوا تھا موجود تھی۔ گاڑی سے اتر کر معلوم ہوا کہ وہ سامنے جو اونچا اور وسیع و عریض پہاڑ ہے جبلِ اُحد ہے اور یہ چار دیواری جنگ احد میں شہادت حاصل کرنے والے شہدا کی قبروں پر مشتمل ہے۔ شہدا کی یادگار کے بعد ایک اور کم اونچا پہاڑ بھی نظر آرہا تھا جس پر لوگ کافی تعداد میں موجود نظر آرہے تھے معلوم ہوا کہ یہ چھوٹا سا پہاڑ جسے اب ٹیلہ کہا جاسکتا ہے "جبلِ روما" ہے۔ اس چھوٹے سے پہاڑ پر اور اس کے ارد گرد جنگِ احد کا معرکہ عمل میں آیا، ۷۰ جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کی قبریں جبلِ احد اور جبلِ روما کے درمیان چار دیواری میں موجود ہیں۔ ان شہدا میں سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے چچا سید الشہدا سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب کی قبر مبارک بھی ہے۔

جبلِ اُحد سے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو خاص انسیت و محبت تھی۔ ارشاد نبوی ہے کہ "کوہِ اُحد سے ہم محبت کرتے ہیں اور یہ بھی ہماری محبت کا دم بھرتا ہے"۔ جبلِ اُحد کے بارے میں ایک اور روایت جو کتابوں میں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کوہِ اُحد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہوگا جب تم اس کے پاس سے گزرو تو اس کے درختوں کا میوہ کھالیا کرو اگر کچھ بھی نہ ملے تو وہاں صحرا کی گھاس ہی چبا لیا کرو"۔ یہ روایت میں نے بعد میں پڑھی، انشاء اللہ اب اگر یہ سعادت حاصل ہوئی تو حدیثِ مبارکہ کے مطابق اُحد کے درختوں کا میوہ میسر آیا تو ضرور کھاؤں گا اگر وہ نہ ملا تو وہاں کے صحرا کی گھاس ہی چباؤں گا۔

جبلِ اُحد کی زیارت کے بعد ہم نے شہدائے اُحد جو اُحد کے دامن میں ایک چار دیواری میں ابدی نیند سو رہے ہیں کا رخ کیا۔ شہدائے اُحد کی عظمت اور مقام تاریخ اسلام میں سنہرے حروف سے درج ہے۔ اُحد کے دامن میں ایک چار دیواری جسے خستہ حال ہی کہا جائے گا موجود ہے نیچے کوئی چار فٹ پکی دیوار ہے اس کے اوپر لوہے کی جالیاں لگی ہوئی ہیں جن پر باہر سے شیشے کا کور لگا دیا گیا ہے۔

ہمارے خسر ڈاکٹر محمد خالد صاحب بھی ہمارے شریکِ سفر تھے۔ یہ ان کا پانچواں سفر تھا۔ انھوں نے بتایا ۲۰۱۲ء میں جب ہم لوگ آئے تھے تو شیشے کا کور موجود نہیں تھا، انھوں نے مزید بتایا کہ باہر چاہے جتنی گرمی ہو لیکن اس جالی کے اندر جب ہاتھ ڈالا جاتا تھا تو اندر سے انتہائی ٹھنڈی ہوائیں ہاتھوں سے ٹکرایا کرتی تھیں، شیشے کے کور کی وجہ سے ہم یہ تجربہ نہیں کرسکے۔ یہ چار دیواری ایک مستطیل ہے اندر جگہ جگہ چھوٹے

پتھر نظر آرہے ہیں جن کو دیکھ کر یہی گمان ہوتا ہے کہ یہ قبریں ہیں اس مستطیل کے درمیان میں ایک قبر ہے جس کے اوپر صرف ایک پتھر ہی لگا ہوا ہے اس کے چاروں طرف کوئی دو فٹ اونچی بوسیدہ دیوار بھی ہے یہ قبر شہداے اُحد کے سردار سید الشہدا سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک ہے۔ سعودی حکومت نے اسے محفوظ رکھا ہے نہیں معلوم اس میں کیا مصلحت ہے ورنہ اس قسم کے نشانات کو مٹا دینا عام سی بات ہے۔

وادیِ جن: الحاج ریاض احمد صاحب ہوٹل والے کے صاحب زادے سعید اختر مدینہ منورہ میں کام کرتے ہیں۔ انھوں نے ہماری بہت مدد کی، ۲۳؍ اکتوبر کو شام میں تشریف لائے تو انھوں نے پیش کش کی کہ کل وادیِ جن کی زیارت کے لیے چلا جائے۔ سب لوگ تیار ہو گئے۔ اگلے دن ۲۴؍ اکتوبر کو علی الصبح وہ گاڑی لے کر آ گئے، ان کے ساتھ ہم لوگ وادیِ جن کی زیارت کے لیے نکلے۔ مدینہ منورہ سے شمال مغرب کی جانب ۳۵؍ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع مقام وادیِ جن ہر فرد کو اپنی طرف متوجہ کیے ہوئے ہے۔ اکیسوی صدی کے اس دور میں جب کہ انسان اپنی عقل اور تجربے کو ہی اپنے ارد گرد موجود اشیا کو پرکھنے کی کسوٹی سمجھنے لگا ہے تو اس کے لیے وادیِ جن کی حقیقت اور اس سے منسلک بے شمار واقعات پر یقین رکھنا کافی دشوار معلوم ہوتا ہے، ماہرینِ آثارِ قدیمہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہاں کوئی پر اسرار قوت نہیں صرف فریبِ نظر ہے لیکن ان کی اس بات سے وہ لوگ اتفاق نہیں کریں گے جنھوں نے کبھی ایک بار بھی وادیِ جن کا سفر کیا ہو۔

وادی جن گی حقیقت کچھ یوں ہے کہ یہاں آپ اگر اپنی گاڑی کے انجن کو بند کر دیں اور اس کے گیئر کو نیوٹرل پر رکھ دیں تو آپ کی گاڑی خود بخود ۱۲۰؍ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنا شروع ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ ۱۴؍ کلو میٹر تک مسلسل جاری رہتا ہے۔ چوں کہ شاہد اختر صاحب کے پاس اپنی گاڑی موجود تھی، اس لیے اس بات کا بہ آسانی تجربہ بھی ہو گیا اور اس کے بعد اس وادی سے منسلک واقعات پر یقین رکھنے کے علاوہ ہمارے پاس بھی کوئی چارہ نہیں رہا۔ ہمارے ذاتی تجربے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وادی جن میں آپ اس مخصوص جگہ پر کوئی بھی چیز رکھ دیں خواہ پانی ہی کیوں نہ بہائیں وہ بھی خود بخود اوپر کی طرف بہنے لگتا ہے یہاں وادی جن کے متعلق ایک اور بات بھی آپ کے علم میں لانی ضروری ہے کہ اگر آپ گاڑی کے انجن کو بند کیے بنا اس کو وہاں سے گزاریں گے تو وہ ۱۰۰؍ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے زیادہ تیز نہیں چلے گی لیکن جب گاڑی کا انجن بند ہوا اور اس کا گیئر نیوٹرل پر رکھا جائے تو وہ خود بخود ۱۲۰؍ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے ۱۴؍ کلو میٹر کے فاصلے تک چلتی ہے۔ وہاں کے مقامی لوگوں میں وادی جن کے حوالے سے مختلف باتیں عام ہیں، کچھ کے نزدیک یہاں جنات رہتے ہیں جو کہ گاڑی یا وہاں پر رکھی کسی بھی چیز کو آگے کی طرف دھکیلتے ہیں اسی لیے اس وادی کو وادی جن کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس کچھ علما اس وادی کی بارے میں تاریخ پس منظر میں بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک چور میرے گھر سے چوری کر کے بھاگ گیا ہے اور اس نے بتایا کہ وہ چور اس راستے سے گیا ہے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ چور واپس آگیا اور وہ اس مقام سے آگے نہ جاسکا۔ بہر حال اس مقام کی حقیقت کیا ہے یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اس مقام پر ذاتی تجربہ کرنے کے بعد اس سے جڑے واقعات اور اس کی پر سراریت ہمارا یقین پختہ ہو گیا ہے۔

جہنمی پہاڑ:

وادی جن سے واپسی کے وقت شاہ راہ بدر سے ہو کر ہم لوگ گزر رہے تھے، ایک طرف تقریباً سات کلو میٹر طویل کوہِ بدر کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا، اسی کے بالمقابل کافی فاصلے پر ایک اور کالے رنگ کا پہاڑی سلسلہ تھا۔ دریافت کرنے پر سعید اختر نے بتایا کہ یہ جہنمی پہاڑ ہے اسے "جبلِ عَیر" کہا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات کے ساتھ ساتھ ہم ان پہاڑوں کا تعارف بھی حاصل کرنا چاہتے تھے کیوں کہ یہ بھی ایک طرح سے تہذیبوں کی بساط پلٹ دینے والے تغیرات کے عینی شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت ساری حکمتوں کے تحت پہاڑ پیدا کئے ہیں۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں کیا ہے۔ قرآن پاک میں پروردگارِ عالم نے پہاڑوں کے متعلق سب سے اہم بات یہ بیان کیا ہے کہ یہ پہاڑ زمین میں میخوں کی طرح بنائے گئے ہیں تاکہ زمین اپنی جگہ سے ہلنے نہ پائے۔ جدید سائنس سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ جس انداز سے پہاڑ زمینوں میں نصب ہیں، وہ میخوں والا ہی انداز ہے۔

مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کے پہاڑوں کی فہرست کافی طویل ہے۔ ان کی تعداد ۱۳۰؍ سے زائد ہے ان میں جبل اُحد اور جبل عیر کو خاص اہمیت حاصل ہے. جنتی پہاڑ جبل احد کی فضیلت کا اجمالی

بیان گذشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔

جیسا کہ ہم نے بتایا جبلِ احد کے بالمقابل کالے رنگ کا ایک طویل پہاڑی سلسلہ ہے، جو مسجدِ نبوی سے تقریباً ۸ ر کلومیٹر دور جنوب مغرب میں واقع موجود ہے۔ اسے " جبل عیر " جاتا ہے۔ "عیر" عربی میں " جنگلی گدھے " کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کو اگر اس کی پشت کی جانب سے دیکھا جائے تو بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گدھا کھڑا ہے۔ یہ پہاڑ "مسجد علی" یعنی "مسجد ذوالحلیفہ" (جہاں سے مدینہ کے لوگ احرام باندھتے ہیں) کے قریب واقع ہے۔

"احد" پہاڑ کے بعد یہ مدینہ منورہ کا دوسرا بڑا پہاڑ ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کو قابلِ نفرت اور ناپسندیدہ پہاڑ قرار دیا ہے اور اس کو جہنم کے دروازے سے تعبیر کیا۔

حدیث شریف میں ہے:

احد هذا جبل يحبنا و نحبه على باب من ابواب الجنة و هذا عَيْر يُبغِضُنا و نُبْغِضه و إنه على باب من أبواب النار.

(احمد والطبراني في الكبير والأوسط عن أبي عبس بن جبر/ أخرجه الطبراني في الوسط ٦/ ٣١٥، رقم ٦٥٠٥)

یعنی " احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور یہ جنت کی دروازے پر ہے جب کہ "عیر" وہ پہاڑ ہے جو ہم سے نفرت کرتا ہے اور ہم اس سے نفرت کرتے ہیں اور یہ دوزخ کے دروازے پر ہے۔"

ایک مرتبہ رسولِ اکرم ﷺ سخت پیاسے تھے اور اس مقام کے پاس سے گزر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے یہاں کے باشندوں سے پانی طلب کیا لیکن انھوں نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو پانی دینے سے انکار کر دیا۔ کتنے بدنصیب تھے وہ لوگ۔

اس مقام سے حضور اکرم ﷺ جب بھی گزرتے تو بہت تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ جاتے اور اپنے ساتھ موجود صحابۂ کرام کو بھی یہاں سے جلد گزر جانے اور قیام نہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔

سعید اختر نے جب ہمیں یہ بتایا کہ یہ جہنم کا پہاڑ ہے تو ہم کچھ دیر کے لیے خاموش ہوئے، ہمیں پہاڑ کی چوٹی پر چھوٹی چھوٹی تعمیرات نظر آ رہی تھیں۔ لگتا تھا کہ وہاں مکانات ہیں۔ ہم یہ سوچ رہے تھے کہ جب یہ جہنمی پہاڑ ہے تو وہ کون بدبخت لوگ ہیں جنھوں نے اس مقام کو اپنی رہائش کے لیے پسند کیا ہے؟ پھر ہم سے رہا نہیں گیا تو دریافت کیا: "بھائی! یہ بتاؤ کہ اوپر جو بلڈنگیں دکھائی دے رہی ہیں ان میں کون لوگ رہتے ہیں؟" تو سعید اختر نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا:

"ماسٹر صاحب! وہ صاحب خالی عمارتیں ہیں، البتہ جب سعودی عرب کا بادشاہ مدینہ کے دورے پر آتا ہے تو وہیں قیام کرتا ہے، ابھی چند روز پہلے شاہ سلمان بھی آیا تھا تو اس نے وہیں پر قیام کیا تھا۔"

بے شک یہ قدرت کا انصاف ہے، صرف آخرت ہی میں گستاخانِ رسول کا مقدر جہنم نہیں بلکہ دنیا میں بھی وہی مقام انھیں پسند ہے جسے ہمارے رسول ﷺ نے جہنم سے تعبیر کیا ہے۔

بیر شفا: ۲۴ر اکتوبر ۲۰۱۸ء کو صبح دس بجے ہم لوگ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے بس کے ذریعہ نکلے مسجد ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا نیت احرام اور نمازِ احرام کے بعد آگے بڑھے۔ بس ڈرائیور نے جدید سکس لین ہائی وے کو چھوڑ کر قدیم متروک راستے سے سفر کیا، ایک گھنٹہ کے سفر کے بعد ہم لوگ بیئر روحا (بیئر شفا) کے مقام پر پہنچے۔ اگر آپ مدینہ منورہ سے بدر کی جانب چلیں تو یہ تاریخ ساز کنواں آپ کو راستے میں ملے گا۔ آج کل خصوصی انتظام سے اگر بدر کے جانب جائیں تو یہ کنواں آپ کو مل سکتا ہے کیوں کہ عمومی طور سے جو سواریاں آج کل حجاج کو مدینہ سے مکّہ لے جاتی ہیں وہ نئی شاہراہ یعنی حجر موٹروے استعمال کرتی ہیں جب کہ غزوۂ بدر کا مقام اور یہ کنواں پرانے "مکّہ - مدینہ ہائی وے" پر موجود ہے۔ اس وجہ سے اس کنویں کی زیارت کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

مدینہ سے تقریباً ر ۸۰ کلو میٹر سفر کے بعد پرانی سڑک کے دائیں جانب بیر روحا یعنی روحا کا کنواں ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں لشکر نبوی نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ اس کنویں کے حوالے سے تاریخی کتابوں میں کئی روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لشکر نبوی ﷺ میں شامل ایک صحابی کو گردے میں شدید درد ہوا۔ آپ ﷺ نے بیر روحا کا پانی پلایا تو اسے آرام ہو گیا۔ مقامی لوگ اس پانی کو آب شفا کہتے ہیں۔ آج کل یہاں پمپ کے ذریعہ پانی نکالا جاتا ہے۔ کنویں کی دیکھ بھال ایک پاکستانی ملازم کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ کنویں میں سطح زمین سے ۱۲۷ فٹ نیچے پانی موجود ہے اور یہ پانی ناقابل علاج امراض کے لیے شفا کا باعث ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے حج کے موقع پر مدینہ سے مکّہ جاتے ہوئے اس کنویں پر قیام فرمایا تھا - اور اس مناسبت سے اس کنویں کی اہمیت بام عروج پر پہنچ گئی لیکن اس کے علاوہ بھی اس کنویں کی ایک خاص تاریخی حیثیت ہے جو اس کو دیگر کنوؤں سے منفرد بناتی ہے، بیر روحا کو دوسرے کنوؤں پر یہ انفرادیت حاصل ہے کہ اس کنویں سے حج پر جاتے ہوے نہ صرف رسول اکرم ﷺ نے پانی نوش فرمایا اور قیام کیا بلکہ اس سے قبل کم و بیش ۸۰ دیگر انبیاے کرام علیہم السلام نے بھی اس کنویں کا پانی پیا- گویا اس کنویں کے تاریخ ۱۴۰۰ سال سے بھی زیادہ پرانی ہے چوں کہ کہ یہ کنواں مکّہ کے راستے میں پڑتا ہے، اس لیے بہت سے انبیا علیہم السلام نے حج کے لیے اسی راستے سے مکّہ کے جانب سفر کیا اور یہاں قیام کیا اور بیر روحا کا پانی پیا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کنویں میں آج بھی پانی موجود ہے۔ عاشقان رسول ﷺ آج بھی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس کا پانی لاعلاج بیماریوں کے لیے آب شفا ہے۔ اس لیے اسے بیر شفا بھی کہا جاتا ہے۔

کنویں کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے روایت ہے کہ یہاں حضور ﷺ کا خیمہ نصب تھا۔ بیر روحا اس پہاڑی وادی کے بالکل درمیان میں ہے۔ اس کے پاس کھڑے ہو کر اگر آپ چاروں طرف نظر دوڑائیں تو طویل القامت پہاڑوں نے وادی کو گھیرا ہوا ہے۔ اور یہ جگہ ایک گول پیالے کی طرح ہے۔ کنویں کے چاروں طرف یہ وادی تقریباً دو دو کلو میٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔ وادی میں کہیں کہیں کیکر کے خشک درخت اور کھجور کے جھنڈ نظر آتے ہیں۔

عمرہ کی سعادت: ۲۴/ اکتوبر کو شام کے وقت مکہ مکرمہ کی حدود میں داخل ہوئے۔ ہوٹل پہنچ کر فریش ہوئے، اس کے فوراً بعد عمرہ کے لیے نکلے۔ مسجدِ حرام میں داخل ہوئے۔ خانۂ کعبہ پر پہلی نگاہ پڑتے ہی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ خوب جی بھر کر دعائیں کیں۔ طواف عمرہ کرنے کے بعد دو رکعت نماز واجب الطواف ادا کی صفا و مروہ کی سعی کی، خوب سیر ہو کر زم زم شریف پیا اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے دعا مانگی۔ ان تمام امور سے فراغت کے بعد رات کے تقریباً ۱۱/ بجے روم پر پہنچے۔ اگلے دن طواف وغیرہ کیا اور نیت کی کہ آج رات ان شاء اللہ حجرِ اسود کا بوسہ ضرور لیں گے۔ رات میں گیارہ بجے روم سے نکلے، حرم پہنچ کر طواف کیا۔ آخری چکر میں حجرِ اسود کے پاس موجود جمِ غفیر کا حصہ بن گئے۔ ہماری اہلیہ نے پُشت کی طرف سے ہمیں مضبوطی کے ساتھ پکڑ رکھا تھا۔ کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیسے مقامِ مقصود تک پہنچیں گے، اتنے میں بھیڑ کا ایک زبردست ریلا آیا جس نے خود بخود ہمارے چہرے کو چاندی کے خول سے گزارتے ہوئے حجرِ اسود سے مس کرا دیا، البتہ ہماری اہلیہ اس ریلے کی وجہ سے باہر ہی رہ گئیں۔ حجرِ اسود کو پاتے ہی بے اختیار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس وقت حالاں کہ ہماری پشت پر زبردست بھیڑ کا دباؤ تھا لیکن ہمیں ذرا بھی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ بس یہی لگ رہا تھا کہ ساری دنیا سے ہمارا رشتہ منقطع ہو چکا ہے۔ آنکھیں ندامت کے آنسوؤں سے لبریز تھیں اور مزید کچھ کہنے کی حاجت ہی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے دل کے تمام احوال سے بخوبی واقف ہے۔

اس کے بعد مقامِ ابراہیم اور خانۂ کعبہ کے درمیان دو رکعت نماز واجب الطواف ادا کی پھر ملتزم کا رخ کیا۔ پہلی ہی کوشش میں خانۂ کعبہ کی چوکھٹ تھامنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ میری زندگی کا ایسا لمحہ تھا جو بیان سے باہر ہے۔ خود فراموشی کا عالم طاری تھا، دل و دماغ کورے کاغذ کی مانند ہو چکے تھے۔ تمام الفاظ ساری دعائیں، کچھ بھی یاد نہیں آرہا ہے۔ زبان پر صرف "یا اللہ" کے علاوہ کوئی دوسرا کلمہ ہی نہیں آرہا تھا۔ کافی دیر تک اشک بہانے کے بعد دل کو قرار حاصل ہوا تو وہاں سے ہٹ کر حطیم کی طرف آئے، الحمد للہ وہاں بھی نماز کی ادائیگی کے لیے آسانی سے جگہ مل گئی۔ چند رکعتیں ادا کرنے کے بعد پرنالۂ رحمت کے نیچے خانۂ کعبہ کی دیوار سے لپٹ کر خوب دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری ان تمام دعاؤں کو قبول فرمائے اور مجھے دوبارہ اپنے دیار میں حاضری کا شرف عطا فرمائے اور تمام مسلمانانِ عالم کو حج و عمرہ کی سعادت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

خانہ کعبہ و مسجد حرام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قائم کردہ بیت اللہ بغیر چھت کے ایک مستطیل نما عمارت تھی جس کے دونوں طرف دروازے کھلے تھے جو سطح زمین کے برابر تھے جن سے ہر خاص و عام کو گذرنے کی اجازت تھی۔ اس کی تعمیر میں ۵ پہاڑوں کے پتھر استعمال ہوئے تھے جب کہ اس کی بنیادوں میں آج بھی وہی پتھر ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھے تھے۔ خانہ خدا کا یہ انداز صدیوں تک رہا۔ بعد میں قریش نے ۶۰۴ء میں اپنے مالی مفادات کے تحفظ کے لیے اس میں تبدیلی کر دی کیوں کہ زائرین جو نذر و نیاز اندر رکھتے تھے وہ چوری ہو جایا کرتی تھیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث بیان فرمائی ہے

کہ:"عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے حطیم کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ بیت اللہ کا ہی حصہ ہے؟ تو نبی ﷺ نے جواب دیا: ہاں!، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے پوچھا کہ اسے پھر بیت اللہ میں داخل کیوں نہیں کیا گیا؟ تو نبی ﷺ کا جواب تھا کہ تیری قوم کے پاس خرچہ کے لیے رقم کم پڑ گئی تھی۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہ بیت اللہ کا دروازہ اونچا کیوں ہے؟ نبی ﷺ نے جواب دیا: تیری قوم نے اسے اونچا اس لیے کیا تا کہ وہ جسے چاہیں بیت اللہ میں داخل کریں اور جسے چاہیں داخل نہ ہونے دیں۔ اور اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوتی اور ان کے دل اس بات کو تسلیم سے انکار نہ کرتے تو میں اسے (حطیم) کو بیت اللہ میں شامل کر دیتا اور دروازہ زمین کے برابر کر دیتا"۔

قریش نے بیت اللہ کے شمال کی طرف تین ہاتھ جگہ چھوڑ کر عمارت کو مکعب نما (یعنی کعبہ) بنا دیا تھا۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ روپے پیسے کی کمی تھی کیونکہ حق و حلال کی کمائی سے بیت اللہ کی تعمیر کرنی تھی اور یہ کمائی غالباً ہر دور میں کم رہی ہے لیکن انہوں نے اس پر چھت بھی ڈال دی تاکہ اوپر سے بھی محفوظ رہے، مغربی دروازہ بند کر دیا گیا، جب کہ مشرقی دروازے کو زمین سے اتنا اونچا کر دیا گیا کہ صرف خواص ہی قریش کی اجازت سے اندر جاسکیں۔ اللہ کے گھر کو بڑا سا دروازہ اور تالا بھی لگا دیا گیا۔ حالانکہ نبی پاک ﷺ (جو اس تعمیر میں شامل تھے اور حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا مشہور زمانہ واقعہ بھی رونما ہوا تھا) کی خواہش تھی کہ بیت اللہ کو ابراہیمی تعمیر کے مطابق ہی بنایا جائے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر (جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے اور حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد بطور احتجاج یزید بن معاویہ سے بغاوت کرتے ہوئے مکہ میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا تھا) نے نبی پاک ﷺ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ۶۸۵ء میں بیت اللہ کو دوبارہ ابراہیمی طرز پر تعمیر کروایا تھا مگر حجاج بن یوسف نے ۶۹۳ء میں انہیں شکست دی تو دوبارہ قریشی طرز پر تعمیر کرا دیا جسے بعد ازاں تمام مسلم حکمرانوں نے برقرار رکھا۔

خانہ کعبہ کے اندر تین ستون اور دو چھتیں ہیں۔ باب کعبہ کے متوازی ایک اور دروازہ تھا یہاں نبی پاک ﷺ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ کعبہ کے اندر رکن عراقی کے پاس باب توبہ ہے جہاں المونیم کی ۵۰ سیڑھیاں ہیں جو کعبہ کی چھت تک جاتی ہیں۔ چھت پر سوا میٹر کا شیشے کا ایک حصہ ہے جو قدرتی روشنی اندر پہنچاتا ہے۔ کعبہ کے اندر سنگ مرمر کے پتھروں سے تعمیر ہوئی ہے اور قیمتی پردے لٹکے ہوئے ہیں جب کہ قدیم ہدایات پر مبنی ایک صندوق بھی اندر رکھا ہوا ہے۔ کعبہ کی موجودہ عمارت کی آخری بار ۱۹۹۶ء میں تعمیر کی گئی تھی اور اس کی بنیادوں کو نئے سرے سے بھرا گیا تھا۔ کعبہ کی سطح مطاف سے تقریباً دو میٹر بلند ہے جب کہ یہ عمارت ۱۴ رمیٹر اونچی ہے۔ کعبہ کی دیواریں ایک میٹر سے زیادہ چوڑی ہیں، اس کی شمال کی طرف نصف دائرے میں جو جگہ ہے اسے حطیم کہتے ہیں اس میں تعمیر ابراہیمی کی تین میٹر جگہ کے علاوہ وہ مقام بھی شامل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے رہنے کے لیے بنایا تھا جسے باب اسماعیل کہا جاتا ہے۔

مقام ابراهیم: خانہ کعبہ سے تقریباً سوا تیرہ میٹر مشرق کی جانب مقام ابراہیم قائم ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جو بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قد سے اونچی دیوار قائم کرنے کے لیے استعمال کیا تھا تاکہ وہ اس پر اونچے ہو کر دیوار تعمیر کریں۔ ۱۹۶۷ء سے پہلے اس مقام پر ایک کمرہ تھا مگر اب سونے کی ایک جالی میں بند ہے۔ اس مقام کو مصلے کا درجہ حاصل ہے اور امام کعبہ اسی جانب سے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھاتے ہیں۔

حجر اسود: کعبہ کے جنوب مشرقی رکن پر نصب تقریباً اڑھائی فٹ قطر کے چاندی میں مڑھے ہوئے مختلف شکلوں کے ۸ چھوٹے چھوٹے سیاہ پتھر ہیں جن کے بارے میں اسلامی عقیدہ ہے کہ تعمیر ابراہیمی کے وقت جنت سے حضرت جبرئیل لائے تھے اور بعد ازاں تعمیر قریش کے دوران نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس جگہ نصب کیا اور ایک بہت بڑے فساد سے قوم کو بچایا۔ یہ مقدس پتھر حجاج بن یوسف کے کعبہ پر حملے میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا جسے بعد میں چاندی میں مڑھ دیا گیا۔ کعبہ شریف کا طواف بھی حجر اسود سے شروع ہوتا ہے۔

چاہِ زمزم: مسجد حرام میں کعبہ کے جنوب مشرق میں تقریباً ۲۱ رمیٹر کے فاصلے پر تہ خانے میں آب زمزم کا کنواں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیاس بجھانے کے لیے اللہ تعالی نے تقریباً ۴ ہزار سال قبل مکہ مکرمہ کے بے آب و گیاہ ریگستان میں جاری کیا جو وقت کے ساتھ ساتھ سوکھ گیا تھا۔ نبی پاک ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب نے اشارہ خداوندی سے دوبارہ کھدوایا جو آج تک جاری و ساری ہے۔ آب زمزم کا سب سے بڑا دہانہ حجر اسود کے پاس ہے جب کہ اذان کی جگہ کے علاوہ صفا و مروہ کے مختلف مقامات سے بھی نکلتا ہے۔ ۱۹۵۳ء تک تمام کنوؤں سے پانی ڈول کے ذریعے نکالا جاتا تھا مگر اب موٹر لگا دیا گیا ہے۔

بابِ کعبہ: کعبہ شریف میں داخل ہونے کے لیے صرف ایک دروازہ ہے جسے باب کعبہ کہا جاتا ہے۔ باب کعبہ زمین یا حرم کے

فرش سے تقریباً سوا دو میٹر اوپر ہے۔ یہ دروازہ کعبہ شریف کے شمال۔ مشرقی دیوار پر موجود ہے اور اس کے قریب ترین دہانے پر حجر اسود نصب ہے۔ حضور اکرم ﷺ یہاں پر دعائیں کیا کرتے تھے۔

مولد النبی ﷺ: چشم بینا ہو تو خانہ کعبہ میں تجلیات الٰہی کی جلوہ گری ہر لمحے محسوس کی جا سکتی ہے خانہ کعبہ کے پہلو میں ایک ایسا مقام جو تقدس کے اعتبار سے بیت اللہ ہی کی طرح مسلمانان عالم کی عقیدت و محبت کا مرکز ہے یہ جائے ولادت سردار انبیا ﷺ ہے جسے کتب خانہ کی شکل دے دی گئی ہے یہ کتب خانہ شعب ابی طالب کے آغاز میں حضار بروہ کے مابین سعی کی جگہ کے مشرق کی جانب واقع ہے اس میں بہت سی کتب مخطوطات اور تاریخی نوادرات محفوظ ہیں دو منزلہ اسی عمارت کی کھڑکیاں لکڑی کی ہیں اور جن پر کلیجی رنگ ہے جو شروع ہی سے مکہ معظّمہ کی عمارت کا معروف رنگ ہے۔ یہ حضور نبی کریم کا آبائی گھر تھا جہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور جب آپ مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے حضرت عقیل بن ابوطالب نے اس میں رہائش اختیار کر لی جس میں وہ اور ان کی اولاد ایک عرصہ تک مقیم رہے پھر حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے اسے خرید کر اپنے گھر دارالبیضا کا حصہ بنایا ۷۰۳۱ء میں جب خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے حج کیا تو انہوں نے بیت اللہ کے بعد اکثر نمازیں یہاں ادا کیں۔

کوہِ ثور: ۲۷/ اکتوبر کو مکہ مکرمہ کی مختلف زیارت گاہوں پر جانا ہوا۔ منیٰ، مزدلفہ، میدانِ عرفات وغیرہ کی زیارت بھی ہوئی۔ مکہ میوزیم میں جانا ہوا جہاں بیت اللہ شریف اور مسجدِ نبوی کی قدیم اشیا مسجد نبوی کا قدیم دروازہ، نصف صدی پرانا ہتھ کرگھا جس پر غلاف کعبہ کی بنائی کی جاتی تھی، قرآن مجید کے قدیم نسخے، قدیم دور کی گھڑیاں اور بھی بہت سارے تبرکات کی زیارت ہوئی۔ کوہِ ثور کی بھی زیارت ہوئی، دور ہی سے اس پہاڑ کو دیکھ سکے، یہ پہاڑ مکہ مکرمہ کے جنوبی محلے کدی میں واقع ہے جہاں حالیہ ہجرت ٹاؤن ہے۔ یہ مسجد الحرام سے چار کلو میٹر دور ہے۔ سطح زمین سے اس کی بلندی ۴۵۸ میٹر ہے اور اس کا رقبہ ۱۰ مربع کلومیٹر ہے اس کو یہ نام عبد مناف کے ثور (بیل) کی نسبت کی وجہ سے دیا گیا ہے کیوں کہ یہ اسکا مسکن تھا، اسی پہاڑ کی چوٹی پر وہ غار ہے جس میں ہجرت مدینہ کے وقت نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین دن تک قیام فرمایا تھا، اس غار کے دو دروازے ہیں ایک اس کے شروع میں اور ایک اس کے آخر میں ہے۔ غار کا رقبہ دو مربع میٹر ہے۔

غارِ حرا: مکہ مکرمہ کے قریب واقع پہاڑ جبل نور میں واقع ایک غار، جہاں پہلی وحی نازل ہوئی۔ یہ غار پہاڑ کی چوٹی پر نہیں بلکہ اس تک پہنچنے کے لیے ساٹھ ستر میٹر نیچے مغرب کی سمت جانا پڑتا ہے۔ نشیب میں اتر کر راستہ پھر بلندی کی طرف جاتا ہے جہاں غار حرا واقع ہے۔ غار پہاڑ کے اندر نہیں بلکہ اس کے پہلو میں تقریباً خیمے کی شکل میں اور ذرا باہر کو ہٹ کر ہے۔ کم و بیش نصف میٹر موٹے اور پونے دو میٹر تک چوڑے اور تین چار میٹر لمبے چٹانی تختے پہاڑ کے ساتھ اس طرح ٹکے ہوئے ہیں کہ متساوی الساقین مثلث جیسے منہ والا غار بن گیا ہے جس کا ہر ضلع اڑھائی میٹر لمبا اور قاعدہ تقریباً ایک میٹر ہے۔ غار کی لمبائی سوا دو میٹر ہے اور اس کی اونچائی آگے کو بتدریج کم ہوتی گئی ہے۔ غار کا رخ ایسا ہے کہ سارا دن میں سورج اندر نہیں جھانک سکتا۔ نبی کریم ﷺ جب اکثر چند روز کی خوراک ساتھ لے کر جبل نور پر آتے اور وہاں غور و فکر اور عبادت فرماتے تھے۔ یہیں ایک روز جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ غارِ حرا کی زیارت کے لیے ہم لوگ ۳۰/ اکتوبر کی صبح نکلے، ٹیکسی کے ذریعہ جبلِ نور کے دامن میں پہنچے پھر وہاں سے تقریباً سوا گھنٹہ تک مسلسل چڑھائی کے بعد غار حرا تک پہنچے۔ جب ہم بلندی تک پہنچ گئے تو یکایک طوفانی بارش شروع ہو گئی جس کے سبب وہاں دیر تک نہیں ٹھہر سکے اور فوراً واپسی کا سفر اختیار کیا۔

صفائی کا خیال رکھنا ہماری بھی ذمہ داری ہے: پہاڑ پر جانے والے افراد اپنے ساتھ مختلف قسم کی کھانے پینے کی اشیا لے جاتے ہیں اور خالی پیکٹ اور بوتلیں ادھر ادھر پھینک دیتے ہیں، اس طرح جبلِ نور پر جا بجا گندگی کے ڈھیر دکھائی دیتے ہیں۔ حکومت نے پورے شہر کی صفائی کا انتہائی معقول انتظام کیا ہے لیکن جبلِ نور پر ہم کو ایسا لگتا ہے کہ شاید ہی کبھی صفائی کی جاتی ہو۔ بہر حال صفائی صرف حکومتی اداروں یا بلدیہ کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہماری اور آپ کی بھی ذمہ داری ہے۔ ہم تمام زائرین سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ مقدس مقامات کی زیارت پر جاتے ہوئے راستے میں جو کچھ استعمال کریں، ان کے باقیات، خالی پیکٹ، پلاسٹک کے ریپر اور خالی بوتلیں اِدھر اُدھر پھینکنے کے بجائے اپنے ساتھ رکھیں اور واپسی میں کسی کوڑے دان میں ہی ڈالیں۔

۳/ نومبر کو صبح کے وقت ہماری واپسی تھی۔ رات ہی میں آصف بھائی کے ہمراہ ہم لوگ جدہ ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔ صبح میں فلائٹ اپنے صحیح ٹائم سے روانہ ہوئے، اس طرح شام کے وقت ہم لوگ لکھنو پہنچ گئے۔ اور لکھنو پہنچتے ہی بے ساختہ زبان پر یہ مصرع آگیا۔

یارب! یہ کہاں آ گئے جنت سے نکل کر

نقد و نظر

قاری اخلاق احمد فتح پوری کی تجلیاتِ نعت گوئی

”محبتوں کے چراغ“ کے آئینے میں

تبصرہ نگار: ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی

نام کتاب: محبتوں کے چراغ (مجموعۂ نعت و مناقب)
شاعر: قاری اخلاق احمد فتح پوری
قیمت: ۲۰۰/ روپے
ملنے کا پتہ: خانقاہ توّابیہ ابوالعلائیہ، قاضی پور شریف، فتح پور

نعتیہ شاعری وظیفۂ محبت، شرحِ عشق، تفسیر ادب اور ترجمانیٔ جذبات کا شیریں نام ہے۔ عشقِ صادق کا جذبہ رکھنے اور خاکِ کفِ پائے مصطفیٰ ﷺ پر دل و جان قربان کرنے والے اپنی پیاس نعتیہ شاعری سے ہی بجھاتے ہیں۔ یہی پیاس ہر شاعری پر حاوی رہنے کی مستحق بھی ہے۔ اپنے فکری دائروں اور تخیلی جہتوں کے پیش نظر بیشتر شاعروں کو اندازہ رہتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو غیر موضوعاتی اور آزاد شاعری کے کثیر راستوں کو سر کرتے ہوئے تلاش و جستجو کے بہت سے نمونوں کی نشان دہی کر سکتا ہے، مگر جس کا دل خشیتِ الٰہی اور عشقِ رسالت مآب کی پناہ میں دھڑکنے کا سلیقہ جان لیتا ہے، اشک باری کی لذتوں سے آشنا اور یادِ محبوب میں مسرور و ملطوف رہنے کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر وہ غیر اسلامی فکروں کو ٹھوکر مار کر صرف عشق و محبت، جمال و کمال اور تصوف و تفقہ ہی کا اسیر بن کر رہ جاتا ہے۔ شعرائے نعت کا یہ قلبی لگاؤ لائقِ قدر اور قابلِ صد فخر ہے کہ یہ صنفِ نعت ہی کے آئینے میں اپنے تخیلی جوہروں کو سامنے لاتا ہے اور بڑے خلوص کے ساتھ نعتیہ شعر و ادب کی خدمات میں مصروف رہتے ہیں۔ نعتیہ خدمت گاروں کی محفل میں ”منگرے مئو، ضلع فتح پور“ کے رہنے والے محب عزیز جناب قاری اخلاق فتح پوری بھی بڑے نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ خلیق و مخلص اور انتہائی منکسر المزاج، ہر عاشقِ رسول اور آلِ رسول ﷺ کی بے حد قدر کرتے ہیں۔ موصوف کا دل اگر روحانی قدروں اور اخلاقی برکتوں سے مجلیٰ و منور ہے تو زبان و قلم، مدح و ثنا اور حسنِ تخیل کا دیوانہ و شیدائی بھی۔ جو اصناف جس قدر عشقِ رسالت مآب اور آدابِ اسلام سے قربت و وابستگی رکھے گا، اسی قدر اظہارِ لفظ و سخیٰ اور وفورِ شوق کے جلوے بکھیر تا جائے گا، اسی اسلامی نعمتوں سے قاری اخلاق کے بہت سے اشعار سرفراز و ممتاز نظر آتے ہیں۔

مت پوچھیے کہ عشقِ پیمبر نے کیا دیا
ویرانِ دل کو میرے مدینہ بنا دیا
اخلاق کیا تھا ذرۂ ناچیز کے سوا
ان کی نگاہِ ناز نے تارا بنا دیا
شہنشاہِ بطحا کی الفت سے بہتر
ہمارے لیے کوئی دولت نہیں ہے

”محبتوں کے چراغ“ کے عنوان سے موصوف کا اولین نعتیہ مجموعہ شائع ہوا جس کے لیے دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور نیک خواہشات کا نذرانہ بھی۔ قاری اخلاق اپنے مجموعہ کا ذکر اپنے ایک شعر میں اس طرح کرتے ہیں۔

سرِ غرور اندھیروں کا تاکہ اٹھ نہ سکے
جلا دیے ہیں نبی نے محبتوں کے چراغ

مجموعہ کے عنوان پر اظہارِ مسرت کرتے ہوئے ایک مطلع یہ خاکسار بھی نذر کرتا ہے۔

رہِ نبی پہ چلو رہ نہ جائیں جرم کے داغ
ہر ایک سمت ہیں روشن محبتوں کے چراغ

شوقِ فراواں کی روشنی میں ایک دیوانۂ نعت گوئی کو جس روحانی اسلوب، جس جذباتی طہارت اور جس دھڑکتے ہوئے دل کی ضرورت ہوتی ہے، قاری اخلاق کی شاعری کافی حد تک ان نعمتوں کی کفالت کرتی ہے۔ ان کے دائرۂ طبع آزمائی اور تجسسِ افکار کی روشنی اتنی محدود نہیں کہ اس میں اوصاف و محاسن کی کثیر برکتیں نہ سما سکیں۔ نعتیہ شاعری کے متعدّد اہم تقاضوں اور بے شمار فضیلتوں کے سائے میں پناہ گزیں قاری اخلاق کی ثنائی شاعری اب تک پوری کامیابی کے ساتھ کئی کئی منزلیں

طے کر چکی ہے۔ گویا اپنی جذباتی قدروں اور روحانی آہنگ کو وہاں وہاں پہنچانے کی ضرور سعادت حاصل کی ہے جو نعتیہ شاعری کی دنیا میں روحِ رواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عشق و محبت کے اس دیوانے اور حسن و جمال کے اس پرستار نے بہت سے شعرائے نعت کی بزمِ تاباں میں ایک نیا اور قیمتی چراغ محبت جلانے میں یقیناً نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ عشق و محبت کے اشعار فضاؤں کو مہکاتے جاتے ہیں اور جنونِ شوق کی آواز دلوں میں اترتی جاتی ہے، اس سے بڑھ کر ایک کامیاب مداحِ رسول کے لیے اور کون سا انعام ہو سکتا ہے۔ اچانک شاعر کا یہ مطلعَ سامنے آگیا جس کے والہانہ پن اور تڑپ کا تیور ملاحظہ کریں۔

انگاروں پہ بھی پاؤں رکھوں بے جگری سے
آواز تو دے کوئی مجھے ان کی گلی سے

جذبۂ ایمانی اور وفورِ شوق کا کتنا اضطرابی اور بے ساختہ انداز ہے کہ سرکار کی گلی سے مجھے کوئی آواز دے اور میں نہ پہنچوں، راستے میں انگارے ہی کیوں نہ بچھے ہوں، انھیں بھی پیروں سے کچلتے ہوئے حاضر ہو جاؤں، اس مطلع کی روشنی میں راقم کو خود اپنا ایک مطلع یاد آگیا۔ ملاحظہ کریں۔

سفر تمام بہر حال یار کر جانا
ملے جو آگ کا دریا تو پار کر جانا

دنیا کی تمام نعتیہ شاعری عموماً جن اذکار و جذبات اور احوال و کوائف کی منزلوں سے گزرنا چاہتی ہے، ان میں بطورِ خاص تخلیقِ نور، آمدِ نور، شانِ نبوت، ختمِ نبوت، معراجِ نبی، علمِ غیب، جسم بے سایہ، معجزات و غزوات، حسنِ اخلاق، تبلیغ و دعوت، رحم و کرم، التجاے مغفرت، اظہارِ معصیت، فضائلِ مدینہ، اضطرابِ دیدارِ مدینہ، گل و گلزارِ مدینہ اور ریاض الجنہ وغیرہا جیسے مقدس موضوعات و عنوانات کی روشنی میں عقیدت و محبت کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے، نعتیہ شاعری کے لیے ایسے موضوعات کو ہمیشہ مقدم و محترم سمجھا جاتا گیا۔ دنیا کا کوئی بھی نعت گو شاعر مذکورہ موضوعات و شعبہ جات سے بے تعلق نہیں رہ سکتا۔ اعادۂ تخئیلات، تواردِ افکار اور تکرارِ لفظ و معنیٰ کے باوجود ہمیشہ نعتیہ شاعری کا تخصص ہمیشہ آفاقی بنا رہا، طبع آزمائی کے آئینے میں ایک سے ایک فن پاروں اور اضافۂ صنائع و بدائع کا سلسلہ دراز رہتا ہے، اس کے باوجود ایسے بہت سے نعتیہ مجموعے نظر آتے ہیں جن میں بعض اہم موضوعات کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ایسی صورت میں شاعر کا مجموعی جوہر اور تخئیلی سفر کا کھل کر اندازہ نہیں ہو پاتا۔ قاری اخلاق کی شاعری کا بھی اگر اس زاویے سے جائزہ لیا جائے تو محدود جہت نوازی کا صاف پتہ چلتا ہے، تاہم نعتیہ شغف و اہتمام کی خوشبوؤں سے قارئین کے دل و دماغ کو معطر کرنے میں بہت کامیاب ہیں۔ بے حد خلوص کے ساتھ طبع آزمائی کے سفر کو جاری رکھتے ہیں، عشق و محبت کے زم زم میں ڈوبے ہوئے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

سجدوں سے کم نہ ہوگا گناہوں کا تلخ بوجھ
یہ معرکہ نبی کی محبت سے سر کریں
سر پر ہمارے خاکِ دیارِ رسول ہے
اخلاق اب سلام ہمیں تاج ور کریں
نعتِ پاک کے صدقے جامِ عشق و مستی کے
آج ان کے ہاتھوں سے ہم کو ملنے والے ہیں
بے ادب ہو نہ دھڑکنیں اس کی
دل پہ رکھنا نظر مدینے میں
رحمتوں کی گھٹا برستی ہے
ہر گھڑی ٹوٹ کر مدینے میں
دیوانۂ رسول کی آنکھیں تو دیکھیے
نقشہ اتار لائیں نبی کے دیار کا
ان کے در پر ہی پڑا رہنے دو دنیا والو
میں نہیں چاہتا ہاتھوں سے یہ دنیا جائے

عشقِ رسول اور حبِ آلِ رسول ﷺ ہمارے ایمان کی آبرو اور جان ہے، جس کے دل میں حبِ آلِ رسول نہیں اس کے پاس دین و ایمان کی کوئی دولت نہیں۔ قرآن حکیم نے کئی مقامات پر گواہی دی، رسولِ گرامی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فضائل و برکات کے دریا بہا دیے، یہاں پر توضیح و حوالہ جات کی گنجائش نہیں، عرض یہ ہے کہ جس طرح دنیا کا ہر نعت گو شاعر حبِ اہلِ بیت اور شہدائے کربلا کے مدح و مناقب پڑھتا ہے، اسی طرح قاری اخلاق نے بھی وظیفہ خوانی اور ذکر و فضائل کا فریضہ انجام دیا ہے۔ عشق و محبت اور گہری نسبت کا والہانہ اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

نواحِ عشق و وفا میں کہیں اندھیرا نہیں
حسین کر گئے روشن شہادتوں کے چراغ
باخدا دو عالم میں سب سے وہ نرالے ہیں
جو مرے پیمبر کے خاندان والے ہیں
صرف دنیا میں نہیں میرا تو یہ ایمان ہے
ہے متاعِ اخروی یادِ حسن، یادِ حسین

(باقی ص:۴۹ر پر)

منظومات

چھوٹنے کو ہے

قربت کا دور، شاہِ امم! چھوٹنے کو ہے
مجھ سے ترا دیارِ کرم چھوٹنے کو ہے

سجدے تڑپ رہے ہیں جبینِ نیاز میں
افسوس مجھ سے تیرا حرم چھوٹنے کو ہے

پاؤں گا اب کہاں میں بھلا لذتِ وصال
رحمت بھرا یہ شہرِ ارم چھوٹنے کو ہے

رہنا یہاں ''حیات'' ہے، جانا یہاں سے ''موت''
اب سانس ٹوٹنے کو ہے، دَم چھوٹنے کو ہے

اے کاش پھر سے تھام لوں دامان ارضِ نور
کرنا پڑے نہ مجھ کو رقم ''چھوٹنے کو ہے''

دل کانپتا ہے سینے میں، وقتِ فراق ہے
لرزہ ہے وہ کہ مجھ سے قلم چھوٹنے کو ہے

مہتاب پیامی

منقبت حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ

انوکھی آپ کی ہے یہ کرامت، حافظِ ملت
جو دنیا میں ہے مصباحی جماعت حافظِ ملت

مبارک پور، اشرفیہ، مراد آباد سے جا کر
بڑھا دی تم نے شانِ اہلِ سنت حافظِ ملت

زمانے سے مری خواہش ہے جاؤں آپ کے در پہ
عنایت کب مجھے ہوگی اجازت حافظِ ملت

مجھے اے کاش مل جائیں میں چوموں ان کی آنکھوں کو
جنھوں نے آپ کی دیکھی ہے صورت حافظِ ملت

امام احمد رضا کے ساتھ ہے احساں تمھارا بھی
ہوئی ہم سب کے ایماں کی حفاظت حافظِ ملت

مجھے عرسِ عزیزی کے بہانے ہی بلا لیجے
سہا جاتا نہیں اب دردِ فرقت حافظِ ملت

دلِ عشّاق میں زندہ ہیں پہلے کی طرح اب بھی
رہیں گے یاد یوں ہی تا قیامت حافظِ ملت

تمنا ہے دلِ شاہدؔ کی اس کو پوری فرما دیں
کرا دیں اپنے روضے کی زیارت حافظِ ملت

مولانا محمد شاہدؔ رضا ازہری، شاہجہان پور

منقبت حضرت غوث شاہ قادری علیہ الرحمۃ

مجھ پہ چشمِ کرم غوث شاہ قادری
دور ہو جائے غم غوث شاہ قادری

آپ آلِ نبی، جانِ مولا علی
ہو نگاہِ کرم غوث شاہ قادری

آپ کے جد امجد ہیں باقی کے شاہ
میرے جان و دِلم، غوث شاہ قادری

خدمتِ خلق میں وقف کی زندگی
تم پہ قرباں ہیں ہم غوث شاہ قادری

صوفیِ باصفا، قاضیِ شہر تھے
اے مِرے محترم غوث شاہ قادری

جسم میں جان میں، روح و ایقان میں
آپ ہیں دم بہ دم غوث شاہ قادری

ہم غلاموں پہ لطف و کرم کیجیے
ہم تمھارے ہیں ہم غوث شاہ قادری

میں کرم کے لیے التجا آگیا
ڈالو نظرِ کرم غوث شاہ قادری

دیکھوں انظرؔ سبھی کہ رہیں ہیں یہی
ہے ہمارا بھرم غوث شاہ قادری

سبحانی میاں انظرؔ

صدائے بازگشت

ماہ نامہ اشرفیہ نومبر ۲۰۱۸ کے شمارے پر ایک نظر

مدیر اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ　　　سلام مسنون

ماہ نامہ اشرفیہ کا شمارہ نومبر ۲۰۱۸ء نظر نواز ہوا، حسبِ سابق یہ شمارہ بھی متنوع مضامین و مقالات سے مزین ہے، علمی، تحقیقی، فقہی اور فکری موضوعات پر گراں قدر مضامین کی اشاعت ماہ نامہ اشرفیہ کا امتیاز رہا ہے، آپ کی ادارت میں رسالے نے عروج وارتقا کے جو منازل طے کیے ہیں اور بدلتے زمانے کے ساتھ آپ نے رسالے کے معیار و منہاج میں جو تبدیلیاں کی ہیں یقیناوہ آپ کی اعلیٰ بصیرت اور مدیرانہ صلاحیتوں کا منھ بولتا ثبوت ہے۔

ماہ نومبر کے شمارے میں ناچیز کا ایک مضمون ”شیر بنگال حضرت علامہ غیاث الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات وخدمات“ کے حوالے سے شائع ہوا ہے، ماہ نامہ اشرفیہ جیسے معیاری اور بین الاقوامی رسالے میں اس مضمون کی اشاعت سے وسیع پیمانے پر اس مرد حق آگاہ کا تعارف ہوسکے گا، ایسی شخصیتوں کا تعارف ضرور ہونا چاہیے جنھوں نے نام ونمود اور شہرت کی خواہش سے دور رہ کر ہمیشہ اپنے آپ کو دین کا خادم سمجھا اور اپنے اپنے حلقے میں باطل اور گمراہ فرقوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔ میں اس نوازش کے لیے آپ کا بے پناہ شکر گزار ہوں۔ اس مضمون میں ”۵۳ دن بعد قبر کھل گئی“ کے ذیلی عنوان کے تحت پہلی سطر میں کمپوزنگ کی غلطی کے سبب ایک خامی در آئی ہے جس کی وضاحت ضروری ہے۔ **قبر کھلنے کا واقعہ ۱۹۹۲ء میں پیش آیا تھا، ۱۹۹۲ء ہی میں آپ کا وصال بھی ہوا، لیکن کمپوزنگ کی غلطی سے ۱۹۹۱ء درج ہوگیا ہے۔ قارئین کرام اس تصحیح کو درج فرمالیں۔**

اس شمارے میں اداریہ کے علاوہ حضرت مولانا حسیب اختر مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، مولانا ازہار احمد امجدی، ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی، حافظ خورشید احمد قادری کے مضامین خاص طور سے پسند آئے۔

اللہ تعالیٰ مادر علمی کے اس ترجمان کو بام عروج پر پہنچائے، آمین

محمد ساجد رضا مصباحی

استاذ دارالعلوم غریب نواز داہو گنج کشی نگر یوپی

خانقاہ حلیمیہ الٰہ آباد میں عشق رضوی کی چمک

مدیر المکرم، محب گرامی حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی مدیر اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مزاجِ گرامی! عرض ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا عظیم علمی ترجمان ”ماہ نامہ اشرفیہ“ اب ماشاء اللہ پابندی سے ملنے لگا ہے، آپ کے اس تحفۂ اعزازی کا ایک بار پھر ممنون و مشکور ہوں۔ بڑے شوق سے مطالعہ کرتا ہوں، اصحابِ علم و قلم کے تعاون اور انتخابِ مضامین کے آپ کی ادارتی مہارت کا ہر شعبہ تاب ناک و مجلیٰ ہو چکا ہے، خوب سے خوب تر کے اہتمام میں آپ پورے طور پر کامیاب ہیں ماشاء اللہ۔ تازہ شمارہ ستمبر ۲۰۱۸ء میں ”آپ کے مسائل“ کے زیرِ عنوان حضرت گرامی علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے فقہی جوابات ہر بار متاثر کرتے ہیں، اس بار بھی یہی کیا۔ توضیح و تشریح کے آئینے میں ہر سوال کا جواب علم و تحقیق کا شاہکار ہوتا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے لیے یہ بڑی خوش خبری ہے کہ ”فتاویٰ نظامیہ“ بڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف گام زن ہے۔ یہ خاکسار آرزوؤں اور تمناؤں کی فصیل پر چڑھ کر مبارک باد پیش کرتا ہے۔ آپ کی تحریر ”قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے“ نے ایک نئے تناظر کے تحت متاثر و محظوظ کیا ہے، مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

بہت دنوں سے ماہ نامہ اشرفیہ کے لیے کچھ ارسال نہیں کرپایا، اس بار جناب قاری اخلاق فتح پوری کے مجموعۂ نعت ”محبتوں کے چراغ“ پر ایک معمولی سا تبصرہ لے کر حاضر ہوں۔ اگر قابلِ قبول ہو تو شائع کردیں۔

مجھے افسوس ہے کہ اپنی تازہ تصنیف ”خانقاہ حلیمیہ الٰہ آباد میں عشقِ رضوی کی چمک“ آپ کے لیے قدرے تاخیر سے روانہ کر رہا ہوں، معذرت خواہ ہوں تبصرے کی توقع رکھتا ہوں۔ اس مختصر سی کتاب کا اصل پس منظر یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل کسی نے یہ کہہ دیا کہ خانقاہ حلیمیہ الٰہ آباد میں حضور اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ اطلاع پاکر افسوس بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ میں نے اپنی کئی تقریروں میں کہا کہ اعلیٰ حضرت سے محبت کرنے حق ہمیں لوگوں کو حاصل ہے، بے شمار لوگوں نے زندگی بھر ایڑیاں اٹھا اٹھا کر جے کار کرنے کے سوا کیا کیا ہے؟ میری اس کتاب نے تحریری شواہد اور مطبوعہ حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ میرے اور میرے آباواجداد حضور اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کس قدر قربت و نسبت رکھتے تھے۔ میرے جدِ امجد سید الاساتذہ حضور سید شاہ عبدالرشید قادری رضوی عظیم آبادی علیہ الرحمۃ کو اعلیٰ حضرت کا اولین شاگرد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آٹھ برسوں تک صحبتِ رضوی سے فیض یاب ہوتے رہے۔ والدی المغفور علیہ الرحمۃ والرضوان برابر اپنی تقریروں میں حضور اعلیٰ حضرت کی عظمت و رفعت کا تذکرہ فرماتے رہے۔ یہ حقیر خاکسار

بھی اپنی توفیقِ استطاعت کے مطابق برسوں سے موضوع رضویت پر مقالہ جات لکھتا آرہا ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت کی شعری زمینوں پر ۵۸/ کلام کہنے کی سعادت حاصل کی۔ میرے پھوپھی زاد بھائی ڈاکٹر سید شاہ ابو طاہر سلمہٗ جو برسوں سے میرے ساتھ رہ کر یہاں تعلیم حاصل کرتے رہے، اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی حیات اور شعری خدمات کے موضوع پر ضخیم تھیسس (تحقیقی مقالہ) مکمل کیا، جس پر ۱۹۹۲ء میں الہ آباد یونیورسٹی نے ڈی فل کی ڈگری عنایت کی۔ سرزمینِ الہ آباد میں موضوع رضویت پر برائے ڈی فل دوبارہ کوئی تھیسس لکھنے کی جرأت نہ کرسکا۔ خانقاہ حلیمیہ الہ آباد کے اس عظیم علمی فیضان کو ملتِ اسلامیہ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ اس تھیسس کی تکمیل میں اول و آخر اس خاکسار نے کہاں تک تعاون کیا ہے مقالہ نگار کی تحریر سے خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ تادیر شاد و آباد رکھے، جملہ اساتذۂ جامعہ، عہدہ داران اور ارکانِ بالا اور طلبائے جامعہ کی خدمت میں سلام و نیاز۔

طالبِ دعا سید شمیم احمد گوہر، خانقاہ حلیمیہ، الہ آباد

30/09/2018

مدارس اور علما کی قدر کریں

مکرمی! مدارسِ عربیہ دینی قلعہ ہیں، انھیں چلانے کے لیے اساتذہ و ذمہ داران ادارہ کو در در کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں بھی اہلِ مدارس اساتذہ کو اپنا گھر بار چھوڑ کر چندہ چٹکی کے لیے دور دراز علاقوں کی خاک چھانتے نظر آتے ہیں تب جاکر مدرسوں میں ایک دو وقت کا چولھا جل پاتا ہے۔ حکومت سب کے لیے تعلیم مہم کے تحت کروڑوں اربوں روپیہ خرچ کر کے لوگوں کو دستخط وغیرہ کرنے اور پڑھنے کا طریقہ بتاتی ہے، پھر بھی اس میں خاطر خواہ فائدہ نظر نہیں آتا اور ہمارے مدارس کے لیے علما کو مطبخ چلانے سے لے کر طلبہ کی کتاب کاپی، دوا علاج، کمروں کی تعمیر اساتذہ کی تنخواہ وغیرہ سمیت ہر ایک کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کچھ لوگ نجی مفاد کی خاطر دن رات صرف اسی چکر میں رہتے ہیں کہ کیسے ان اداروں کو نقصان پہنچائیں۔ چند سکوں کے لالچ میں غیروں سے زیادہ اپنے ہی لوگ حکومت سے لے کر افسران تک کبھی آر ٹی آئی، کبھی خط و کتابت اور فرضی میمورنڈم کا سہارا لے کر دینی مدارس کا وہ بجٹ جو سخت دھوپ اور گرمی کے موسم میں اکٹھا کیا جاتا ہے پانی کی طرح برباد کراتے ہیں۔ اپنا خون پسینہ بہا کر دینی تعلیمی اداروں کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ جو اساتذہ اپنی پوری زندگی دین و ملت کے لیے صَرف کرچکے ہیں ان کی سروس بک سے لے کر جی پی ایف بک یہاں تک کہ پاس بک بھی ذمہ داران ادارہ نے گروی (جبریہ) رکھ لیا ہے۔ جو اساتذہ گاؤں گاؤں اور گھر گھر جاکر چندہ چٹکی کے ساتھ بچوں کا بھی انتظام کراتے ہیں، رمضان میں بامبے، کلکتہ، پونہ وغیرہ کے سفر کے دوران ان کے والدیا والدہ گھر و رشتہ دار کا کوئی فرد انتقال کرجائے تو وہ جنازے میں بھی شریک نہیں ہوسکتے، جیسا کہ میرے جاننے والے کئی علما کے ساتھ اس طرح کا دردناک حادثہ پیش آچکا ہے، آج انھیں اساتذہ کو اپنا جی پی ایف وغیرہ کا پیسہ بطور قرض نکالنے کے لیے اِن کے اُن کے سامنے گڑگڑانا پڑتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ آخر کیوں ان اساتذہ کو پریشان کیا جاتا ہے؟ اپنی دنیا بنانے کے لیے اور اپنا مال بچا کر ان مظلوم اساتذہ کا پیسہ مالِ غنیمت سمجھ کر ذمہ داران کیوں خرچ کرتے ہیں؟

یاد رکھیں جس طرح آپ کے پاس بھرا ہوا کنبہ ہے ان اساتذہ اور علما کے پیچھے بھی ایک بھرا ہوا آس اور امید لگانے والا کنبہ موجود ہے۔ افسران جو رشوت خور ہیں اگر وہ مجبوری نہیں سمجھ سکتے تو آپ سمجھ سکتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ۲۴/ گھنٹہ ڈیوٹی کرنے والا مدرس اگر ہفتہ کے روز دس منٹ متعلقہ ادارہ پر تاخیر سے پہنچا تو اسے غیر حاضر کردیا جاتا ہے۔ دس منٹ کا قرض چکانے کے لیے یا تو مظلوم مدرس کو ایک روز کی تنخواہ کٹوانی پڑتی ہے یا پھر ہزار دو ہزار روپے جبریہ دعوت کے نام پر صَرف کرایا جاتا ہے، متاثرہ مدرس جو اپنے بچوں کی پرورش کے لیے ایک کپ چائے صرف اس لیے نہیں پیتا ہے کہ ان پیسوں سے بچوں کی فیس جمع کرنے میں آسانی ہوگی، اسے انتظامیہ کو خوش کرنے کے لیے دو ہزار کی دعوت کھلانی پڑتی ہے۔ مذکورہ ظالمانہ رویہ سے ملت اسلامیہ کا سب سے بھاری نقصان موجودہ دور میں یہ دیکھنے کو مل رہا ہے کہ اکثر مظلوم اساتذہ اپنے بچوں کو اب عالم، حافظ قاری اور مفتی نہیں بنا رہے ہیں بلکہ عصری اسکولوں اور کالجوں میں انھیں دنیاوی تعلیم دلا رہے ہیں۔ اگر ملت کے غیور حضرات اس پر توجہ نہیں دیے تو وہ دن دور نہیں جب کوئی جنازہ پڑھانے والا نہیں ملے گا۔ فقط

نور الہدیٰ مصباحی گورکھپوری
لکشمی پور، مہراج گنج

کاش برائی کا دروازہ بند کرنے پر غور ہوتا

مکرمی! ہم جنس پرستی کو جائز ٹھہرانے کے بعد سپریم کورٹ نے ۲۷/ ستمبر ۲۰۱۸ء کو ایک اور تاریخی فیصلہ سنایا ہے جس سے زنا جیسے سنگین جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو قانونی چھوٹ مل گئی ہے۔ جنسی آسودگی کے لیے جائز طریقہ شادی ہے، شادی کے ڈور میں بندھنے کے بعد مرد و عورت ایک دوسرے کے پابند ہوجاتے ہیں۔ زن و شوہر میں سے کوئی بھی اگر ناجائز طریقہ اختیار کرتا ہے تو سماج اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا

مگر اس فیصلہ سے یہ تصور ہی ختم ہو جائے گا۔ مرد و خواتین کے غیر ازدواجی تعلقات کو جرم قرار دینے والے ۱۵۷ر سال پرانے قانون، آئی پی سی کی دفعہ ۴۹۷ر کو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس دیپک مشرا اور ایک پانچ رکنی بنچ نے متفقہ طور پر غیر آئینی قرار دے دیا۔ برطانوی عہد میں نافذ ہونے والی دفعہ ۴۹۷ر کے تحت اگر کوئی شادی شدہ مرد کسی شادی شدہ عورت کے ساتھ رضامندی سے تعلقات قائم کرتا ہے لیکن اس کے شوہر کی رضامندی نہیں لیتا ہے تو اس خاتون کا شوہر عصمت دری کے نام پر اس مرد کے خلاف رپورٹ درج کرا سکتا ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے خلاف کسی طرح کی کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ ساتھ ہی شادی کے بعد ناجائز جنسی تعلقات کے معاملہ میں شامل مرد کی بیوی بھی متعلقہ عورت کے خلاف مقدمہ درج نہیں کرا سکتی۔ اس معاملہ میں عورت کو مجرم نہیں سمجھا جاتا جب کہ مرد کو پانچ سال کی جیل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اولاً تو یہ دفعہ ہی سرے سے غلط ہے کیونکہ یہ صرف ناجائز طریقے سے جنسی معاملہ میں ملوث مرد کو مجرم قرار دیتی ہے اور عورت کو سزا سے مستثنیٰ رکھتی ہے۔ جب کہ اس بے راہ روی کی سزا عورت کو بھی ملنی چاہئے۔ ثانیاً یہ دفعہ عورت کو مرد کے غلام کی طرح دیکھتی ہے کیونکہ اگر عورت کے شوہر کی رضامندی مل جاتی ہے تو اسے جرم نہیں سمجھا جاتا۔ یعنی مرد اگر چاہے تو اپنی بیوی کو دوسرے کے حوالے کر کے اس سے غلط کاری کروا سکتا ہے جو عورت پر سراسر ظلم ہے۔ ان خامیوں کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس دفعہ کو ترمیم کر کے ایسی دفعہ نافذ کی جاتی جس سے کہ شادی شدہ مرد و عورت دونوں قابل تعزیر ہوتے لیکن سپریم کورٹ نے اس پوری دفعہ کو ہی غیر آئینی قرار دے کر ایک طرح سے برائی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اب غیر ازدواجی تعلقات صرف اسی صورت میں جرم مانا جائے گا جب کوئی شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے ایسے تعلقات کی وجہ سے خودکشی کرتی ہے۔ شادی شدہ ہونے کے باوجود باہمی رضامندی سے غیر ازدواجی تعلقات کو جرم کے دائرے سے خارج کر دینا دانشمندانہ فیصلہ بالکل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ذی ہوش اس فیصلے سے اتفاق کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد زوجین کا ایک دوسرے پر سے اعتماد دھیرے دھیرے ختم ہو جائے گا اور زن و شوہر جس کا جہاں جی چاہے گا جنسی خواہش پوری کریں گے۔ پھر جس طرح باغیرت بیوی اپنے رفیق حیات کی بے وفائی کی وجہ سے خودکشی کر سکتی ہے اسی طرح ایک باغیرت مرد بھی اپنی بیوی کی بے وفائی سے حرام موت مر سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس فیصلہ سے جہاں شادی شدہ جوڑے برائی کرنے پر آمادہ ہوں گے وہیں خودکشی کی واردات میں بھی کافی حد تک اضافہ ہوگا۔

فقط از: محمد عرفان قادری

استاذ: مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

(ص:۴۵ر کا بقیہ)۔۔۔اس سلسلے میں کچھ ایسے بدنصیب بھی پائے جاتے ہیں جو نمازوں میں محمد اور آلِ محمد ﷺ پر درود تو بھیجتے ہیں، فضائل و برکات سے بھی واقف ہیں، مگر ببانگِ دہل حبِ اہلِ بیت کا دَم بھرنے سے کتراتے ہیں، عشق و محبت کا مظاہرہ کرنے، عظمت و فضیلت پر روشنی ڈالنے اور غمِ حسین میں دو قطرہ آنسو ٹپکانے کی بھی توفیق نہیں جٹا پاتے، بلکہ ناپاکیِ ذہنیت کا اظہار کرنے کے باوجود کج کلاہی پر ناز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے بے ظرف و بے ضمیر افراد کو حبِ اہلِ بیت کی نعمتوں سے آشنا کر دے، سادات بیزاری کے تعلق سے قاری صاحب کہتے ہیں۔

ان پہ رب کی لعنت ہے، ان کے قلب کالے ہیں

جو نبی کے بیٹوں سے بغض رکھنے والے ہیں

ویلمی نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انھوں نے بیان کیا کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: اشد غضب الله علیٰ من آذاني في عترى۔ اللہ کا غضب بھڑکتا ہے اس شخص پر جو میری عترت کی بابت اذیت دیتا ہے۔ (مناقبِ علی لابنِ مغازی)

ابھی اس وضاحت کی ضرورت ہے کہ فی الحال قاری اخلاق کی شاعری ابتدائی فضاؤں کے گرد ہی گھوم رہی ہے، کئی آنچ اور تجربات کی کمی کا احساس ہوتا ہے، تاہم شعر و سخن کے تیور اور مشق و ریاض کی رفتار سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت جلد بڑی شاعری کے قریب پہنچ جائیں گے، اس کے باوجود اس مجموعہ میں ایسے بہت سے اشعار موجود ہیں جو بڑی شاعری کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ نعتیہ شاعری کے تعلق سے یہ بات بار بار کہی جا چکی ہے کہ عشق و محبت اور ادب و احترام کی راہوں سے گزرنے والی نعتیہ شاعری کا ہر شعر ایمان کو تازگی اور قلب کو فرحت عطا کرتا ہے، فکری و فنی بالیدگی، تخئیلی پختگی اور صنعتی دیدہ وری کے بغیر بھی کسی شاعر کے نعتیہ اشعار قلب و جگر میں ہیجان برپا کر دیں، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ قاری اخلاق کی شاعری کا لہجہ بہت پر سکون، آسان اور سلیس و لطیف ہے۔ ظاہری تناظر اور داخلی کوائف کی خوشبوؤں سے بہت سے اشعار معطر نظر آتے ہیں، اگر سلسلۂ طبع آزمائی اسی کثرت ذوق کے ساتھ جاری رہا تو تازہ آنچ کی روشنی دوسرے مجموعۂ نعت کو کثیر فکر و فن اور تخیلی بلندیوں سے معمور و منور کر دے گی/اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے میں ”محبتوں کے چراغ“ کو قبول فرمائے اور وسیلۂ نجات و براءت بنائے۔ آمین۔

اللہ کرے مشقِ سخن اور زیادہ

شاداب ہوں گلہائے چمن اور زیادہ

(گوہر)

عالمی خبریں

شمالی امریکہ کے شہر ہوسٹن میں عرس امام احمد رضا

۳؍ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ/۱۳؍ اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز جمعہ نارتھ امریکہ کا عظیم دینی مرکز "مسجد النور اہل سنت و جماعت" ہوسٹن میں بعد نمازِ مغرب امامِ اہلِ سنت مجددِ اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کے صد سالہ عرس کی تقریب بہ عنوان "صد سالہ عرس رضا کانفرنس کا انعقاد انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا، جس میں مقامی علمائے کرام کے علاوہ اور سیز (Over Seas) علمائے کرام کو بھی مدعو کیا گیا تھا، اور تمام علما اپنے وقت پر تشریف لائے۔ جس کی سرپرستی مفکرِ اسلام، مبلغِ عالم، شیخِ طریقت حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ نے فرمائی، جب کہ صدارت کا فریضہ ادارہ ہذا (مسجد النور) کے خطیب و امام مفسرِ قرآن حضرت علامہ مفتی محمد قمر الحسن قادری مفتیِ اعظم نارتھ امریکہ نے انجام دیا۔ نظامت کی ذمہ داری النور اسلامک انسٹی ٹیوٹ کے عالم کلاس کے متعلم سید عبد الصمد قادری نے نبھائی۔

اسٹیج کو دیدہ زیب بینر سے آراستہ کیا گیا تھا جس پر جلی خط میں "صد سالہ عرس رضا کانفرنس" تحریر تھا۔ مقامی علما سے اسٹیج بھرا ہوا تھا اور سامعین جوق در جوق تشریف لا رہے تھے کہ ساڑھے سات بجے مغرب کے بعد پروگرام کا آغاز کر دیا گیا۔ تلاوت کا شرف کہنہ مشق قاری قرآن جناب حافظ و قاری کریم سلطان لاہور پاکستان کو حاصل ہوا۔ آواز کی حلاوت اور لہجے کی نزاکت نے ایسا سحر آگیں منظر پیدا کر دیا تھا کہ لوگوں پر بے خودی کے اثرات طاری تھے۔ پھر آپ ہی نے حمد و نعت رسولِ مقبول ﷺ کا بھی اعزاز حاصل کیا۔ امام الکلام کلام الامام سے "تجھے حمد ہے خدایا تجھے حمد ہے خدایا" جب سماعت سے ٹکرایا تو دلوں میں ایک کیف پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد "ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں" جب شروع کیا تو سامعین پر عالمِ مدہوشی طاری تھا۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ سے مسجد کا وسیع ہال گونج رہا تھا۔ پھر نعت پاک کے بعد مفتی نارتھ امریکہ جناب قمر بستوی کی لکھی ہوئی منقبت "نازشِ علم و حکمت ہیں احمد رضا" پڑھ کر امام اہلِ سنت کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ نعت خوانی کا دور مکمل ہونے کے بعد حیدر آباد انڈیا سے تشریف لائے ہوئے معزز مہمان حضرت مولانا محمد ساجد حسین قادری بانی و ناظم جامعہ انوار الحق حیدر آباد کو خطاب کے لیے آواز دی گئی۔ موصوف نے اسپیکر سنبھالا اور انتہائی متانت و سنجیدگی اور وقار سے اپنے بیان کا آغاز کیا۔ امامِ اہلِ سنت کے مناقب بیان فرماتے ہوئے آپ نے حیدر آباد اور بریلی کے تعلق سے کچھ نئی انکشافات کیے۔ آپ نے بیان فرمایا:

"جب سیدی اعلیٰ حضرت حج کے لیے تشریف لے گئے اور "الدولۃ المکیہ" پر تقریظ لکھوانے کے لیے آپ نے حضرت مولانا سید عثمان حیدر آبادی جو اس وقت روضۂ اقدس کے کلید بردار تھے اور مسجدِ نبوی شریف کی محراب النبی ﷺ میں نمازیں پڑھاتے اور تراویح پڑھایا کرتے تھے **تو آپ نے الدولۃ المکیہ پر تقریظ تحریر فرمائی اور سب سے پہلے آپ ہی نے اعلیٰ حضرت کو "امام" کا لقب دیا۔ یہ روایت مولانا سید عثمان عینی علیہ الرحمہ کے پرپوتے نے اپنے مقالہ میں نقل کیا ہے۔"**

پھر ایک اور بات کا اضافہ فرمایا کہ:

"حضرت مولانا انوار اللہ شاہ فاروقی علیہ الرحمہ جو شاہانِ دکن کے اتالیق تھے اور جنھوں نے جامعہ نظامیہ حیدر آباد کی بنیاد ڈالی، کے اعلیٰ حضرت سے بہت گہرے تعلق تھے۔ مولانا انوار اللہ شاہ فاروقی علیہ الرحمہ کی کتاب "افادۃ الافہام" اعلیٰ حضرت کی نگاہ سے گزری، آپ نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا، پھر حضرت مولانا انوار اللہ شاہ فاروقی علیہ الرحمہ کو تحسین و تبریک کا خط لکھا اور ارشاد فرمایا کہ آپ اپنی تصانیف فقیر کو روانہ فرمائیں، خواہ قیمت ہی سے سہی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت اور حضرت مولانا فاروقی صاحب علیہ الرحمہ کے کتنے گہرے روابط تھے۔ نیز اعلیٰ حضرت اور مولانا انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کے عقائد و معمولات میں کوئی فرق نہیں تھا، مگر درمیان میں لوگ تھے جو یہ نہیں چاہتے تھے کہ حیدر آباد اور بریلی میں اتحاد ہونے پائے، اس لیے ان لوگوں نے ہمیشہ اپنے مفاد کے لیے دوریاں پیدا کیں۔ مولانا ساجد حسین نے زور دے کر کہا کہ میں یہ باتیں اس لیے کہہ رہا ہوں تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حیدر آباد اور بریلی کے درمیان عقائد و معمولات میں کوئی فرق نہیں ہے اور اب فضا صاف ہو رہی ہے، بیداری آ رہی ہے۔ ابھی میں نے حالیہ دو روزہ سیمینار اعلیٰ حضرت پر اپنے حیدر آباد میں کیا جس میں حیدر آباد، بریلی، بنارس وغیرہ کے علما اور اسکالرس نے شرکت کی، مولانا نے بہت جامع خطاب فرمایا اور کئی باتوں سے پردہ اٹھایا۔

ان کے خطاب کے بعد مفکرِ اسلام کے شہزادے بیرسٹر معین الزماں صاحب نے انگلش میں خطاب فرمایا اور اعلیٰ حضرت پر کیے جانے والے بے بنیاد اعتراضات کا بہت سنجیدگی اور متانت سے جواب دیا۔ خصوصاً کنز الایمان کے محاسن بیان فرمائے اور سیدی اعلیٰ حضرت کا کئی جہتوں سے احاطہ کیا۔ اس کو نوجوان نسل نے بہت سراہا۔

بیرسٹر معین الزماں کے خطاب کے بعد مفکرِ اسلام کی گذشتہ ۲۵؍ سال کی تقریریں جو مسجد النور یا شہر ہوسٹن میں ہوئی تھیں، جن کو مفتیِ نارتھ امریکہ نے محفوظ رکھا تھا اور گذشتہ سال مولانا ساجد صاحب کو دیا تھا۔ انھوں نے ان تقریروں کو کمپوز کرا کر کتابی شکل دی "خطباتِ امریکہ" اس کی رسم اجرا مفکرِ اسلام کے ہاتھوں ہوئی اور اسٹیج پر موجود علماے کرام کو فری تقسیم کی گئی۔ پھر مولانا ساجد حسین اپنے ادارے جامعہ انوار الحق حیدر آباد سے مفتیِ نارتھ امریکہ حضرت مولانا قمر الحسن قادری کی امریکہ میں دینی خدمات پر ان کے لیے ایک توصیفی طغرا لائے تھے جو مفکرِ اسلام کے ہاتھوں انھیں تفویض کیا گیا۔

اس کے بعد خطیبِ اعظم مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی کو دعوتِ خطاب دینے کے لیے مفتیِ اعظم نارتھ امریکہ نے اسپیکر سنبھالا۔ حضرت موصوف کو نعرہ ہاے تکبیر و رسالت کے ساتھ دعوتِ خطاب دیا۔ مفکرِ اسلام نے ڈیڑھ گھنٹہ خطاب فرمایا اور امامِ اہلِ سنت کے تمام گوشوں کا احتوا کرنے کی کوشش کی۔ علم القرآن، تفسیر و اصولِ تفسیر۔ حدیث و اصولِ حدیث، فقہ و اصولِ فقہ، فلسفہ قدیمہ و جدیدہ، ریاضی، فلکیات وغیرہ پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

امام احمد رضا صرف اپنے دور کے نہیں بلکہ اور اقران کے لیے بھی فقیہِ اعظم تھے۔ اگر ان کی فقہی خدمات کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے گذشتہ دو تین صدیوں میں ان کا ہم پایہ کوئی نظر نہیں آتا۔ ان سے پہلے حضرت اورنگ زیب عالم گیر شہنشاہ ہند نے کئی سو علما کی خدمات حاصل کر کے فتاویٰ ہندیہ کی تالیف کرائی تھی، مگر امام احمد رضا نے تنہا ایک گوشۂ تنہائی میں رہ کر فتاویٰ رضویہ جیسا شاہ کار اور فقہی انسائیکلو پیڈیا دنیاے علم و فکر کے حوالے کیا۔

امامِ اہلِ سنت کی حق گوئی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ایک دل چسپ واقعہ سنایا کہ:

خواجہ حسن نظامی جو حضرت محبوب الٰہی کے سجادہ نشیں تھے، انھوں نے قبروں کے سجدۂ تعظیمی کے جواز پر ایک رسالہ لکھا تھا، جب وہ کتابچہ اعلیٰ حضرت کی نگاہوں سے گزرا تو آپ نے اس کے رد میں "الز بدة الزكية" تحریر فرمایا اور خواجہ حسن نظامی کو بھجوایا۔ جب اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر خواجہ حسن نظامی کو پہنچی تو انھوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اعلیٰ حضرت کی مغفرت کی دعا کی۔ نیاز مندوں نے کہا کہ وہ (اعلیٰ حضرت) تو آپ کے رد میں کتابیں لکھتے ہیں اور آپ ان کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں، تو خواجہ حسن نظامی نے کہا تھا "احمد رضا ہماری جماعت کا بازوے شمشیر زن ہے، اس نے خانقاہوں کا تحفظ فراہم کیا ہے۔

مفکرِ اسلام نے اعلیٰ حضرت کا تقابل فرماتے ہوئے بیان فرمایا:

امام احمد رضا نے امام غزالی کی "تهافة الفلاسفه" کے طرز پر "الكلمة المليمة" لکھی، ریاضیات میں البیرونی کی تحقیقات کو منزلِ کمال تک پہنچا دیا۔ طبعیات میں آواز، روشنی، ہوا میں رطوبت و کثافت کی تحقیق فرمائی۔ اقتصادیات میں "كفل الفقيه الفاهم" تحریر فرمایا۔ ریاضیات، حجریات، زیجات، علم جبر و مقابلہ، توقیت، نجوم، حساب و ہیئت پر تصانیف یہاد گار چھوڑیں۔ ماوراء الطبیعیات کے میدان میں مادہ پرستوں کی تجربیت واقعیت، نیچریت، اشتراکیت کا رد بلیغ فرمایا۔

نیز پھر آگے چل کر بیان فرمایا:

خوارزمی، فارابی، المسعودی، ابو علی، ابن ہیثم، البیرونی، ابن رشد، بو علی سینا ہر ایک کا تعاقب فرمایا۔ فلسفیوں نے خلا کو قدیم مانا، امام احمد رضا نے اس کا رد کیا۔ جزء لا یتجزی ممکن نہیں بلکہ واقع ہے، نیوٹن، البرٹ آئن اسٹائن وغیرہ نے جہاں بھی ایسا قول کیا جو اسلام سے معارض تھا، امام احمد رضا نے اس کا رد کیا۔

گویا ڈیڑھ گھنٹہ کا خطاب علم و تحقیق اور فکر و بصیرت سے لبریز تھا، حضرت موصوف کے خطاب کے بعد صلاۃ و سلام اور پھر فاتحہ خوانی نیز شجرہ خوانی جس کو مفتیِ نارتھ امریکہ نے انجام دیا۔ بعد میں حضرت مفکرِ اسلام نے دعا فرمائی۔ النور ایک مینارۂ نور ہے جس سے پورے امریکہ میں نور تقسیم ہو رہا ہے۔ مقامی علما کا ایک جمِ غفیر اسٹیج پر موجود تھا۔ حضرت مولانا مسعود رضا، حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ، حضرت مولانا غلام زرقانی، حضرت مولانا کاشف مدنی، حضرت مولانا حامد رضا امجدی، حضرت مولانا زبیر احمد فاروقی، حضرت مولانا حافظ و قاری شاہد احمد رضوی، حضرت قاری غلام مجتبیٰ رضوی، علما نے بھرپور مساعدت کی جزاهم الله تعالیٰ خير الجزاء.

از: محمد قاسم خان، مبلغ کورس النور مسجد، ہوسٹن، امریکہ

خیر و خبر

عرس صوفیِ ملت کی چند جھلکیاں

مخدوم سمناں کی تعلیمات اور عصرِ حاضر میں اس کی اہمیت وافادیت کے موضوع پر سیمینار

۳۰؍ اکتوبر بروز منگل برصغیر کی ۶؍ صدی پرانی علمی، فکری تحقیقی اور تصوفانہ رنگ و آہنگ میں ڈوبی ہوئی خانقاہ، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے ایک روحانی بزرگ صوفی ملت، عطائے مخدوم اشرف حضرت سید شاہ جہاں گیر اشرف اشرفی جیلانی نواسۂ محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک بڑے تزک واحتشام سے منایا گیا۔ اس حسین و پر بہار موقع پر خانقاہ اشرفیہ جہاں گیر یہ کے وسیع و عریض ہال ''ایوان امام اعظم ابوحنیفہ'' میں **''مخدوم سمناں کی تعلیمات اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت وافادیت''** کے زیر عنوان ایک سیمینار منعقد ہوا۔ جس کی سرپرستی تاج الاسلام حضرت مولانا سید شاہ نظام الدین اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی اور صدارت اشرف العلما حضرت مولانا سید شاہ محمد اشرف اشرفی جیلانی نے فرمائی۔ بطور مہمان خصوصی رئیس ملت حضرت سید شاہ رئیس اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ شاہ میراں کھمبات شریف، گجرات اور شہزادۂ رئیس ملت حضرت مولانا سید شاہ جامی اشرف اشرفی جیلانی مدعو تھے۔

جناب حافظ کفیل عنبر اشرفی جالوی نے نقابت کے فرائض انجام دیتے ہوئے سیمینار کی اہمیت پر کچھ دیر روشنی ڈالی۔ سیمینار کی ابتدا نبیرۂ صوفی ملت حافظ و قاری سید عبدالقادر اشرف اشرفی جیلانی نے تلاوت کلام پاک سے کی۔ پھر نقیب موصوف نے ترانۂ اشرفی کے لیے پرویز عالم اشرفی کچھوچھوی کو دعوت دی۔ موصوف نے والہانہ اور پر کیف انداز میں ترانہ اشرفی پیش کیا جس سے محفل پر ایک سماں سا بندھ گیا۔ ترانۂ اشرفی کے بعد نقیب سیمینار نے باضابطہ سیمینار کا آغاز کرنے اور پہلا مقالہ پڑھنے کے لیے مولانا معصوم رضا جامعی کو دعوت دی۔ مولانا جامعی نے ''مخدوم سمناں کی تعلیمات اور عصر حاضر میں ان کی اہمیت و افادیت'' کے عنوان پر اپنا بہترین مقالہ پیش کیا اور اس بات کا اظہار فرمایا کہ عصر حاضر میں مخدوم سمناں کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اسے عام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ صاحبان علم وفضل حضرت مخدوم کی تعلیمات سے آشنا ہوں۔ بعدہ مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی بھی تشریف لائے۔ علیمی صاحب نے ''لطائف اشرفی'' اور ''رسالۂ مکیہ کے تعلیمی اشتراکات'' کے موضوع پر مقالہ پیش کیا، جس سے مشائخ طریقت و معرفت اور ارباب علم ودانش خوب محظوظ ہوئے۔ موصوف نے یہ بھی بتایا کہ ''لطائف اشرفی'' میں بعض مقامات پر حضرت مخدوم نے از خود رسالہ مکیہ کی دل نشیں شرح فرمائی ہے اور اس حوالے سے لطائف اشرفی کے کچھ اقتباسات بھی پیش کیے۔

پھر نقیب صاحب نے مفتی شمس الزماں صابری کو دعوت دی۔ صابری صاحب نے ''ترک سلطنت - مخدوم سمناں کی عظیم قربانی'' کے زیر عنوان ایک شاندار ادبی مضمون پیش کیا۔ الفاظ کی بندش، جملوں کی سجاوٹ، زبان وبیان کی سلاست اور اس پر ادبیت کی ہم آہنگی نے مضمون کے حسن کو دوبالا کر دیا تھا۔ صابری صاحب نے بیان کیا کہ آزاد وہی شخص ہے، جسے نفس کی غلامی سے آزادی ملے اور صاحب مال ومتاع وہی ہے، جسے دل کی دولت نصیب ہو اس کے بعد نقیب سیمینار نے راقم السطور زین العابدین اشرفی کو دعوت دی۔ میں نے ''مخدوم سمنان، طریقہ بیعت اور شرائط شیخ ومرید'' کے زیر عنوان اپنے رقم شدہ مقالے کو پڑھ کر فقط اختتامیہ ہی کی قراءت کی اور تین سے چار منٹ میں اپنی گفتگو تمام کی۔ راقم نے اپنے آقاؤں اور مسند نشینان خانقاہ کی بارگاہ میں دست بستہ عرض کیا کہ خدارا ہمیں پھر اسی دور میں لے چلیے، جس دور میں پیر و مرشد خواجہ سری سقطی اور شیخ روز بہان وزان مصری کی طرح تھے تو مرید سید الطائفہ جنید بغدادی اور شیخ نجم الدین کبریٰ کی مانند، تاکہ ہم بھی اسلام کی حقیقی خوشبو سے معطر ہوں، براہِ راست مشکاۃِ نبوت کے چشمہ شیریں سے فیض یاب ہوں اور ایمان کی حلاوت سے لذت آشنا ہوں۔

راقم کے بعد مفتی منظر حسن خان اشرفی مصباحی برسر اسٹیج ہوئے اور بعنوان سیمینار ہی اپنا مقالہ پیش کیا، جس سے مشائخ، علما اور سامعین نے خوب لطف اٹھایا۔ اشرفی صاحب نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ آج ہماری خانقاہوں کے آقازادوں کو چاہیے کہ فقط ''پدرم سلطان بود'' کا نعرہ نہ لگائیں، بلکہ خود علم وحکمت کے زیور سے آراستہ ہوں، تاکہ صرف حلقۂ یاراں ہی میں نہیں، دیگر حلقوں میں بھی ان کی ضرورت محسوس کی جائے اور اس حوالے سے علوم ظاہری و باطنی میں غوث العالم سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی قدس سرہ النورانی کی جدوجہد، محنت شاقہ، کم عمری میں حافظ و قاری قراءت سبعہ اور مروجہ علوم وفنون کو حاصل کر کے عالم یگانہ اور فاضل زمانہ ہو کر صفِ اول کے ممتاز علما میں شامل ہونا، مریدین و آقازادوں ہر ایک کے لیے مشعل راہ ہے۔

مصباحی صاحب کے بعد مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی رونقِ اسٹیج ہوئے، فیضی صاحب نے ''مخدوم سمناں کی حیات و تعلیمات'' کے عنوان سے مخدوم سمناں کی حیات پر متعدد جہات سے روشنی ڈالی۔ حضرت مخدوم کے علم وتفقہ، قوت حافظہ، بصیرت ومعرفت اور دیگر احوال پر مختصر اور جامع گفتگو فرمائی۔ پھر مفتی آلِ مصطفیٰ اشرفی مصباحی کو دعوت دی گئی، مفتی صاحب نے

مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے دور حاضر میں پنپنے والے رفض وخروج کے حساس مسئلے کا رد کیا اور آخر میں صحابیِ رسول حضرت امیر معاویہ کی شان بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ،حضرت زبیر اورحضرت معاویہ پر لعن طعن کرنے والوں کو مخدوم پاک نے لطائف اشرفی میں اہلِ تشیع کے ”فرقہ لاعنیہ“ سے شمار کیا ہے۔ اس کے بعد حضور تاج الاسلام رئیس ملت، سید اعرف اشرف، سید شاداب میاں اور دیگر علما و مشائخ کے دست مبارک سے **ماہ نامہ ”صوفیِ ملت“ کی رسم اجرا عمل میں آئی۔**

سیمینار کی کارروائی آگے بڑھاتے ہوئے مفتی منظر نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے استاذ اور ماہنامہ اشرفیہ کے مدیرِ اعلیٰ، ادیب شہیر مولانا مبارک حسین مصباحی کو دعوت دی۔ ایڈیٹر صاحب نے بڑا پر مغز خطاب فرمایا اور نت نئے مسائل پر روشنی ڈالی۔ بالخصوص طلاق ثلاثہ اور ہم جنس پرستی کے حوالے سے مقننہ اور عدلیہ کے فیصلے پر اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے تجزیہ کیا، آپ نے حضور مخدوم سمناں کی دوسری غیر مطبوعہ کتب کی طباعت کی درخواست کی، ایک خاص بات یہ بیان کی کہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اجمیر معلیٰ میں حضور اعلی حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ سے سلسلہ منوریہ میں رشتہ بیعت وارادت قائم کیا تھا۔ آپ نے بیان کیا کہ مدرسہ اشرفیہ سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور تک خانقاہ چشتیہ اشرفیہ کے فیوض وبرکات میں ڈوبی ہوئی ہے،حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی نے حضور حافظِ ملت کو سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ کی خلافت واجازت عطا فرمائی۔ آپ نے مزید فرمایا: ہم مصباحی بعد میں ہوئے سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ، کچھوچھہ مقدسہ کے فیوض وبرکات کے بحرِ ناپیدا کنار میں پہلے سے شرابور تھے۔

خطبہ صدارت کے لیے اشرف العلما سید محمد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی تشریف لائے۔ حضرت نے مختلف باتوں پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہا کہ گذشتہ زمانے میں علما بعد فراغت کسی خانقاہ میں آتے تھے تاکہ علم کی ہمہ دانی اور کبر ونخوت پر عجز وانکساری اور تواضع کا پانی چڑھایا جائے لیکن آج معاملہ برعکس ہوگیا ہے کہ علما بعد فراغت ہی تبلیغ میں مصروف ہوجاتے ہیں اور منہجِ نبوت سے ناواقفیت کی بنیاد پر کماحقہ اس کی ادائیگی نہیں کر پاتے۔ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی عالم ومبلغ سے کسی قسم کی خطا سرزد ہوجائے تو حتی المقدور اس سے رابطہ کرکے معاملے کی تحقیق کی جائے اور اس کے بعد کوئی فتوی یا حکم صادر کیا جائے۔ آخر میں اس محفل وسیمینار کے روح رواں سرپرست سیمینار آقائی، مولائی حضور تاج الاسلام حضرت مولانا سید شاہ نظام الدین اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی ادام اللہ ظلہ علینا ہم سب سے مخاطب ہوئے کہ خانقاہ اشرفیہ محض تعویذ اور گنڈے کا نام نہیں ہے، بلکہ چھ سو سال سے یہ خانقاہ جہاں تصوف ومعرفت کی غواص ہے، وہیں علم وتحقیق اور فکر وتدبر کی شناور بھی ہے۔ اس خانقاہ اشرفیہ کے بانی اس در کے مرید وخلیفہ ہیں، جہاں روزانہ درس حدیث کے لیے محدثین کی سات سو پالکیاں اترتی تھیں۔ اپنے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ کیا جہاں تک ممکن ہو علمِ دین حاصل کرو، کیوں کہ اسی علم کی بنیاد پر بندے کے اندر صحیح وسقیم کے درمیان تمیز کی صلاحیت ولیاقت پیدا ہوتی ہے۔

سیمینار میں سید جمیل اشرف، سید غوث اشرف، سید خلیق اشرف، سید اعرف اشرف، سید شاداب میاں، ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی، مفتی اصغر اشرفی اور مفتی رضوان اشرفی وغیرہ قابل ذکر لوگ بھی جلوہ افروز تھے۔ بعدِ صلاۃ و سلام، فاتحہ خوانی اور صدر سیمینار کی دعا پر سیمینار کا اختتام ہوا۔

از: زین العابدین اشرفی بنارسی

دارالعلوم فیض اکبری، گجرات میں جلسہ دستار فضیلت

۲۲ر محرم الحرام ۱۴۴۰ھ کو عرس محمود الاولیا کے حسین موقع پر دارالعلوم فیض اکبری کے وسیع وعریض صحن میں ایک عظیم الشان اجلاس بنام جلسہ دستار فضیلت کا اہتمام کیا گیا، جس کی سرپرستی حضور سربراہ اعلیٰ سید علی اکبر شاہ جیلانی، صدارت حضرت مولانا ابو صالح قادری شمسی کی قیادت میں ہوئی جس میں ادارہ کے تقریباً ۱۵ر طلبہ کے سروں پر علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں دستار فضیلت، حفظ وقراءت کے تاج سجائے گئے۔ پروگرام میں ہندوستان کے مختلف خطوں سے زائرین، محبین، مریدین، معتقدین و دیگر عوام اہل سنت نے شرکت کی، معروف خطبا و شعرا بھی تشریف لائے اور اپنے قیمتی تاثرات سے نوازا۔

جلسہ کا آغاز قاریِ خوش الحان حضرت قاری محمد عرفان کی تلاوت سے ہوا اور پھر شاعر احسانؔ شاکر نے اپنی خوبصورت آواز سے نعت محمدی و منقبت محمودی پیش کی۔ نظامت کا اہم فریضہ حضرت مولانا آصف رضا سیفی نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ اس کے بعد مقررین نے اپنی مدلل تقاریر سے سامعین کی معلومات میں خوب اضافہ کیا۔ شہزادہ غازی ملت حضرت سید نورانی میاں نے پہلے تو عمدہ آواز کے ساتھ نعت نبی پیش کی پھر نبی وآل نبی کے حوالے سے چند قیمتی معلومات سامعین کے حوالے فرمائیں۔ انھوں نے بیان کیا کہ ”جہاں ہر ایک شخص کی کامیابی کے لیے مصطفیٰ کی اتباع لازمی ہے وہیں آل مصطفیٰ کی زندگی کو نمونۂ عمل بنانا بھی ضروری ہے۔“ حضور امین ملت سید محمد امین میاں برکاتی نے اولیاء اللہ کے تعلق سے چند نصیحت آمیز کلمات بیان فرمائے۔ انھوں نے دوران خطابت فرمایا کہ ”کائنات میں خداوند قدوس کے کچھ ایسے مخصوص ومقبول، پاکباز واولوالعزم محبوب اولیا جلوہ فرما ہیں جن کے توسل سے ہر عام وخاص اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے اور بلاشبہ حضور محمود الاولیا انھیں مقبول اور محبوب ولیوں میں سے ایک ہیں جن سے عقیدت و محبت رکھنا یقیناً ہم سب کے لیے اللہ تک پہنچنے کا راستہ اور اس کا قرب

حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہوگا۔'' حضرت سید مسرور رازی بھاگل پوری نے خطاب فرمایا۔

اس مبارک نشست میں مولانا ابوصالح قادری شمسی، مولانا صفی اختر شمسی، مولانا فاروق احمد شمسی، مولانا ابوالفتح شمسی، مولانا کونین رضا مصباحی، مولانا توصیف رضا مصباحی، مولانا عبدالرحیم فیضی، مولانا افضل حسین مصباحی، مولانا ساجد حسین شمسی، مولانا محبوب عالم مصباحی، مولانا سلیم القادری مصباحی، مولانا مشتاق عالم اکبری، مولانا عبدالستار اکبری، حافظ و قاری فیضان رضا اشرفی اور اس ناچیز کے علاوہ کثیر تعداد میں علماو حفاظ موجود تھے۔

از: محمد کوثر رضا مصباحی دیناج پوری

خادم التدریس دارالعلوم فیض اکبری، لونی شریف، ضلع کچھ، گجرات

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں مقابلۂ تجوید و قراءت

ہندوستان کی عالمی شہرت یافتہ خانقاہ، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ میں عرس قاسمی علیہ الرحمۃ کے بابرکت اور پرنور موقع سے ۱۶ر صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۶ر اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بعد نماز عشا ایک عظیم الشان مقابلۂ تجوید و قراءت منعقد ہوا، جس کی سرپرستی تاج المشائخ مخدوم امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ نے فرمائی اور صدارت کے فرائض حضور رفیق ملت حضرت سید شاہ محمد نجیب میاں نوری سجادہ نشیں مسند نوریہ آل احمد یہ مارہرہ شریف نے انجام دیا، اس تاریخ ساز مقابلے میں شرکت کے لیے ہندوستان بھر کے ۲۱ر شہرت یافتہ اور قدیم مدارس اہل سنت کو دعوت دی گئی جن میں سے الحمد للہ ۱۹ر مدارس کے باوقار طلبہ نے پوری تیاری اور مکمل عزم و حوصلہ کے ساتھ شرکت کی۔

موقر و منصف ممتحنین کرام کے منصفانہ فیصلے میں اول، انعام قاری احمد حسین متعلم جامعہ امیر العلوم مینائیہ گونڈہ (عمرہ کا ٹکٹ مع ٹرافی) دوم انعام قاری محمد عالم متعلم مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ (بغداد شریف کا ٹکٹ مع ٹرافی) سوم انعام قاری محمد اطہر متعلم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (اجمیر شریف کا ٹکٹ مع ٹرافی) نے حاصل کیا اس کے علاوہ اس تاریخی مقابلہ کے تمام شرکا کو ترغیبی انعامات (بہار شریعت مکمل سیٹ، قراءت کورس اور بیگ) مع توصیفی سند سے نوازا گیا۔

فیصل کے فرائض خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، فخر القراء مجود عصر حضرت قاری ذاکر علی قادری صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ اور حضرت مولانا قاری محمد رضا برکاتی مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے انجام دیا۔

حضور رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر میاں سجادہ مسند نوریہ نے اپنے صدارتی خطاب میں تمام شرکا کا شکریہ ادا کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ فن تجوید و قراءت کی ترویج و اشاعت کے لیے جو بھی ضرورت پڑے گی خانقاہ برکاتیہ کے ذمہ داران ہر ممکن تعاون پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حضرت مولانا فضل اللہ چشتی نے اپنے تاثراتی کلمات میں کہا کہ فن تجوید و قراءت کے معیار کو مزید بلند کرنے کے لیے ہمارے مدارس کو اور زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

واضح رہے کہ خانقاہ برکاتیہ کے انتظام و انصرام کے تحت مقابلۂ تجوید و قراءت کا پروگرام گزشتہ کئی سالوں سے منعقد ہوتا چلا آیا ہے، لیکن گذشتہ کچھ سالوں سے ناظم عرس قاسمی گل گلزار برکاتیت حضور رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر نوری سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے فن تجوید و قراءت کو فروغ دینے کے لیے اس پروگرام کو مزید وسعت دی ہے اور اول، دوم، سوم، پوزیشن حاصل کرنے والوں کے لیے حسب ترتیب زیارت حرمین شریفین، زیارت بغداد معلی اور زیارت اجمیر مقدس جیسا بڑا انعام مقرر فرمایا ہے، مقابلہ کا یہ شاندار پروگرام دو مرحلوں میں منعقد ہوتا ہے۔ دن میں ڈھائی بجے سے ساڑھے چار بجے تک تحریری مقابلہ ہوتا ہے جس میں شرکاے مقابلہ ضیاء القراءت اور جامع الوقف سے منتخب سوالات حل کرتے ہیں اور بعد نماز عشا منبر نور پر قراءت قرآن میں مقابلہ ہوتا ہے جس میں شرکت کرنے والے ہر طالب علم کو اظہار فن کے لیے پانچ سے چھ منٹ کا وقت دیا جاتا ہے۔

مقابلہ ختم ہونے کے بعد کسی عبقری شخصیت کا ''فروغ تجوید و قراءت کے امکانات'' کے حوالے سے ایک معلوماتی اور دعوتی خطاب ہوتا ہے پھر نتائج کا اعلان کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی خانقاہ برکاتیہ کی جانب سے تمام شرکائے مقابلہ کو انعامات سے نوازا جاتا ہے اور مقابلہ میں شرکت کرنے والے طالب علم کے ساتھ اس کے سرپرست کی حیثیت سے شریک ہونے والے استاد کی معقول زاد راہ سے عزت افزائی کی جاتی ہے۔ اس مناسبت سے منبر نور ذمہ دار علمائے کرام و مشائخ عظام اور قرائے کرام سے بھرا ہوتا ہے اور سامنے ہزاروں عقیدت مندوں کا مجمع کثیر در کثیر ہوتا۔ یقیناً خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کا یہ کارنامہ نہ صرف تاریخ ساز ہے بلکہ حد درجہ قابل تحسین و لائق تقلید بھی ہے۔

از: قاری محمد ابرار رضا برکاتی

خادم شعبہ تجوید و قراءت جامعہ احسن البرکات مارہرہ مطہرہ

پونہ کے ایک وسیع و عریض ہال میں عرس قادری اور اشرفی

روشن مسجد، بھوانی پیٹھ، پونہ کے ایک وسیع و عریض ہال میں عرس اشرفی و قادری کے ضمن میں ایک عظیم الشان پروگرام کا انعقاد عمل میں آیا، جس کی قیادت و سرپرستی حضرت مولانا غلام احمد خطیب و امام روشن مسجد نے فرمائی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام سے ہوا، بعدہٗ نعت خواں حضرات نے حمد و نعت و منقبت پیش کیں۔ جلسہ سے خصوصی خطاب کے لیے دہلی سے تشریف لائے ڈاکٹر سید فضل

اللہ چشتی نے نہایت ہی جامع اور مدلل خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اولیائے کرام ہر دور کے لیے ہدایت وراست کا سرچشمہ رہے ہیں، ان کی تعلیمات قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کے لیے راہ نما اصول اور مشعل راہ ہیں، جن پر عمل کر کے ایمان و عمل، شریعت وطریقت اور تصوف و روحانیت کے اعلیٰ درجات پر پہنچا جاسکتا ہے۔ آج کے ترقی پذیر دور میں انسان ان تمام چیزوں سے بہت دور ہو چکا ہے۔ لہٰذا آج کے اس پُر فتن اور ترقی پذیر دور میں اولیاے کرام کی تعلیمات سے نسلِ نو کا رشتہ استوار کرانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

موصوف نے مزید حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی اور حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید قادری بدایونی علیہما الرحمہ کے عرس کے ضمن میں فرمایا کہ حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ سلسلۂ اشرفیہ کے بانی ہیں، آپ ایک ولی کامل، عارف باللہ اور شیخ طریقت بزرگ تھے، آپ کا خاص تعلق خراسان سے تھا، جہاں کے آپ ایک عظیم حکمراں تھے، آپ سلطنت و اقتدار سے کنارہ کشی اختیار کر کے خلق خدا کو دینی و روحانی تعلیمات دینے میں مصروف ہو گئے اور تا حیات صوفیانہ اقدار و روایات کو فروغ دیتے رہے۔ آپ کا وصال باکمال ۲۷؍ محرم کو صوبہ اتر پردیش کے مشہور مقام کچھوچھہ شریف میں ہوا، جہاں آپ کا مزارِ پُر انوار مرجع خلائق خاص وعام ہے۔

اسی طرح حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید قادری بدایونی علیہ الرحمہ خانوادۂ عثمانیہ کے ایک عظیم چشم و چراغ تھے، خانقاہی روایتوں کے امین اور پاسبان بھی تھے۔ آپ خانوادۂ عثمانیہ کی وہ پہلی شخصیت ہیں، جنھوں نے بدایوں شریف میں خانقاہ قادریہ کی اساس و بنیاد رکھی۔ یقیناً یہ آپ کا ایک عظیم اور منفرد کارنامہ ہے، یہ وہ خانقاہ ہے، جہاں آغاز ہی سے علم و معرفت کے چراغ ہر سو روشن ہونے لگے۔ اس خانقاہ نے برصغیر ہندو پاک میں شریعت و طریقت اور تصوف و روحانیت کی ترویج و اشاعت میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔

حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید قادری بدایونی علیہ الرحمہ کا وصال ۱۲۷۳ھ کو بدایوں شریف میں ہوا، اور وہیں پر آپ آسودۂ خواب ہیں۔

بلاشبہ ان دونوں بزرگوں کا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے، جنھوں نے تصوف و طریقت اور محبت و اپنائیت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانے کا گراں بہا کام انجام دیا۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کو لوگوں کے دلوں میں گزیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان بزرگوں کی یاد بڑے ہی شان و شوکت کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

اخیر میں صلوٰۃ و سلام ہوا اور پھر رقت انگیز دعا پر اس کامیاب جلسہ کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر شہر پونہ کے اکثر علما اور ائمہ موجود تھے۔ از: محسن رضا ضیائی

قادیانیت اور شکیلیت جیسے فتنوں سے اس ملک کا محفوظ رہنا ضروری.

مبارک حسین مصباحی

اسلام ایک مکمل اور عالمگیر دین ہے اس میں دنیا کے تمام مسائل کا حل ہے خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو قرآن نازل ہوا اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا یعنی آپ آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد اب صبح قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا یعنی آپ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔

ان خیالات کا اظہار مفکر اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ نے نمائندہ انقلاب سے خصوصی گفتگو کے دوران کیا مولانا موصوف نے مزید کہا کہ: مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے ناپاک مشن کو آگے بڑھانے والوں نے مختلف اوقات میں طرح طرح کے دعوے کیے ہیں کبھی ظلی نبی کبھی بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا اس کے نائبین بھی الگ الگ نقطہ نظر رکھتے ہیں، احمدی مذہب کے نہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں کچھ سخت گنہگار کہ کر سخت ترین گناہوں کا مرتکب کہتے ہیں ان کا ظاہری نظم تو اچھا لگتا ہے مگر جب ذرا غور کیا جاتا ہے تو مکمل ختم نبوت کا انکار نظر آتا ہے اس ظالم نے اپنے آپ کو مہدی اور مسیح موعود ہونے کا باطل دعویٰ بھی کیا ہے۔ اس فتنے نے دنیا کے مختلف ممالک کو اپنی آگ کی لپیٹ میں لے لیا ہے پاکستان نے تو بہت پہلے اس باطل مذہب کے ماننے والوں کو غیر مسلم قرار دے دیا اور وہاں کی حکومت کے عہدوں سے سیاسی قانون کے تحت بے دخل کر دیا تھا

اب چند برسوں سے انڈیا میں بھی مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعوی کرنے والا شکیل بن حنیف سامنے آیا ہے در بھنگہ بہار کے باشندے نے دہلی میں ماحول سازی کر کے یہ دعویٰ کیا ہے. مذہب بیزار لوگوں میں اور کچھ عصری تعلیم یافتہ لوگوں میں اس کے بھی کچھ ماننے والے ہو گئے ہیں تحقیقی ذرائع سے معلوم ہوا ہے عباس نے اپنا مرکز اورنگ آباد کو بنالیا ہے یہ دونوں اور اس قسم کے لوگ نہ صرف مذہب اسلام کے بلکہ ملک وسماج کے بھی دشمن ہیں اسلام دین برحق ہے قریب چودہ سو پچاس سے اس کے آخری رسول اور نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس مسلم نظریے کی مخالفت سے کوئی بھی انسان مذہب اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ہم تمام لوگوں اور مسلمانوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ان کے دام فریب میں نہ آئیں بلکہ جو ہندوستانی بزرگوں حضرت سید سالار مسعود غازی بہرائچی، سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری، حضرت نظام الدین اولیا بدایونی ثم دہلوی حضرت شاہ مینا لکھنوی، مخدوم اشرف جہانگیر کچھوچھوی اور علماے اہل سنت اور مشائخ اہل سنت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ کا مذہب و مشرب ہے وہی حق ہے ہم تمام کی اخلاقی اور ایمان ذمہ داری ہے کہ ہم انھیں کے اصولوں کے

مطابق جو دراصل اسلامی کے اصول ہیں عمل کریں اور نت نئے فتنوں سے دور رہیں اسلام حق مذہب ہے اس کے آخری پیغمبر محمد ﷺ ہیں۔

[نوٹ: یہ نیوز روز نامہ انقلاب اردو اور ہمارا سماج لکھنؤ میں شائع ہو چکی ہے]

از: رحمت اللہ مصباحی

عرس قاسمی اپنی روایات کے ساتھ اختتام پذیر

دنیا بھر میں مشہور خانقاہ برکاتیہ کا سالانہ عرس قل شریف اور تبرکات کی زیارت کے بعد رقت انگیز دعاؤں کے ساتھ اختتام پزیر ہوا۔ دنیا بھر کے لاکھوں مریدین کے بیچ عرس کی تمام تیاریاں اپنی مثال آپ تھیں، جہاں مزار پر عورتوں کی حاضری شدت سے ممنوع تھی وہیں مسلک اعلیٰ حضرت کے پیغام کی ترویج خطابات اور کتب کے ذریعہ عمل میں آئی۔ جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی نے تمام حاضرین سے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور آقا ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے نماز کی پابندی لازم کر لینے پر زور دیا اور کہا کہ مسلک اعلیٰ حضرت آج بھی وہی ہے جو ۱۴۰۰ سال قبل ہمارے آقا ﷺ کا تھا۔ اسلام امن پسند مذہب ہے اور دہشت گردی سے اسلام کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کے نوری گدی نشیں سید نجیب حیدر نوری برکاتی نے کہا کہ آدھی روٹی کھائیں گے بچوں کو پڑھائیں گے یہ صرف خانقاہ برکات کا نعرہ ہی نہیں نبی ﷺ کی حدیث بھی ہے۔ انہوں نے جملہ استقبالیہ کمیٹی کے ساتھ ہوکیس افسران، چیئر مین مارہرہ وحید محمود زبیری اور تمام معاونین کا شکریہ ادا کیا۔ سید امین القادری نگراں سنی دعوت اسلامی مالے گاؤں نے اپنی شیریں گفتگو سے انتہائی اصلاحی و سنجیدہ خطاب کیا اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے اصول و ضوابط پر عمل کرنے پر زور دیا۔ بتا دیں کہ خانقاہ برکاتیہ، قادریہ سلسلہ کی ایسی خانقاہ ہے جہاں بغداد شریف کا نمونہ پیش آتا ہے۔ یہاں ایک ہی گنبد کے نیچے سات قطب آرام فرما ہیں، اور ۱۶۱ سے زائد اللہ کے ولیوں کی مزارات ہے۔ خانقاہ میں پریشان آنے والا شخص فائدہ پاتا ہے۔ یہاں کے مشہور بزرگ حضرت سید شاہ برکت اللہ نے ہمیشہ امن و آشتی پر زور دیا، دنیا ایک سرائے فانی ہے اس کی وضاحت اکثر زبانوں میں کتابیں شائع کر کے ثابت کر دی، وہ سلسلہ آج بھی ولی عہد شہزادہ حضور امین ملت سید محمد امان میاں قادری مصباحی اپنے محنت کش رفقا کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں جس کا نمونہ "پیام برکات" ہندی اور اردو کی شکل میں دنیا دیکھ رہی ہے۔ عرس میں تمام دوکانوں میں دینی و فکری کتابیں قوم کو دعوت فکر و مطالعہ دے رہی تھیں۔ اس موقع پر ہندو بیرون ہند سے مہمانوں کے علاوہ مقررین اور شعرائے اسلام شریک ہوئے ساتھ ہی ساتھ عالمی شہرت یافتہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے اساتذہ، البرکات انسٹی ٹیوٹ اینڈ ریسرچ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے علما، مسلم اسٹوڈینٹس آرگنائزیشن کے اور غلامان مصطفیٰ کے ذمہ داران بطور خاص شریک رہے۔

از: اظہر نور اعظمی، بیورو چیف روز نامہ ہمارا سماج لکھنؤ

دعوت قرآن کا ایک روزہ اہم پروگرام
پیس اینڈ ہیومنیٹی ڈے

حضور رحمت عالم ﷺ کی ولادت با سعادت کی مناسبت سے تنظیم دعوت قرآن (کولکاتا، خضر پور) کی طرف سے اعلیٰ پیمانے پر "پیس اینڈ ہیومنیٹی ڈے" منایا گیا۔ جس میں اسکول اور کالج کے ۵۴ر طلبہ وطالبات کو تین تین ہزار روپئے کا اسکالر شپ دیا گیا اور ۱۱۰ر ضرورت مند لوگوں کو راشن پیک دیا گیا جس میں ۱۰ کیلو چاول، ۷ر کیلو آٹا، دو کیلو بیسن، ایک کیلو سوجی، ۲ر کیلو دال، ۲ر کیلو تیل، ۲ر کیلو چینی اور ایک کلو نمک شامل تھا۔ ساتھ ہی ۲۰۵ر یتیم بچوں میں ٹھنڈی کے کپڑے اور مٹھائیوں کے ساتھ دیگر روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں تقسیم کی گئیں اور ہسپتالوں میں زیر علاج مریضوں کی عیادت کے ساتھ ان میں پھل اور ہارلیکس کے ڈبے بھی بانٹے گئے۔

اسی دن حضور رحمت عالم ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں دعوت قرآن کی طرف سے غریبوں کے لیے فری ہیلتھ چیک اپ کیمپ کا بھی اہتمام کیا گیا اور ۵۰۰ر بیماروں کا چیک اپ کے ساتھ انہیں دوا اور چشمہ فراہم کیا گیا۔ اور ۵۰ر لوگوں کی آنکھ کا آپریشن بھی کرایا گیا۔

اس پروگرام میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے جناب ڈاکٹر ہمایوں کبیر (ڈی، آئی، جی، ویسٹ بنگال پولیس) اور پروفیسر سجاد عالم مصباحی، پریسڈینسی یونیورسٹی نے شرکت کیا۔ پروگرام کی شروعات حضرت مولانا سبحان رضا مصباحی کی تلاوت و ترجمہ سے ہوئی بعدہ جناب تعظیم علی اور شکیب انجم نے نعت مصطفیٰ ﷺ کے اشعار پیش کیے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے مقررین نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ جناب ہمایوں کبیر صاحب نے مسلمانوں کے موجودہ حالات پر اپنا اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ: موجودہ حالات میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ منظم انداز میں ہر میدان میں آگے بڑھیں اور دین و دنیا دونوں کو متوازن طریقے سے لے کر چلیں۔

اور دعوت قرآن کے بانی حضرت علامہ و مولانا محمد امتیاز احمد مصباحی نے سارے مہمانوں کا شکریہ اور خیر مقدم کیا اور سامعین کو حضور ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات پر عمل کرنے کی طرف رغبت دلائی۔ اور فرمایا کہ حضور ﷺ کی امت ہونے کی حیثیت سے ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم اپنی ذات سے دوسرے کو فائدہ اور خوشی پہنچائیں اور اگر ہم یہ نہ کر سکیں تو کم از کم یہ ضرور کریں کہ اپنی ذات سے دوسرے کو تکلیف اور دکھ نہ دیں۔ پروگرام کا اختتام صلوٰۃ و سلام کے ساتھ مولانا امتیاز احمد قادری کی رقت انگیز دعا پر ہوا۔ از: محمد ابرار عالم مصباحی۔

رکن دعوت قرآن ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، خضر پور کولکاتا